اردو

شرح العقيدة الواسطية

لشيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله

تأليف فضيلة الشيخ/ د. سعيد بن علي بن وهف القحطاني حفظه الله تعالى

شرح

عقیدۂ واسطیہ

اردو ترجمہ بقلم:

ابو عبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

مترجم سے رابطہ کے لئے:

Mobile: +91-9773026335 • Tel.: +91-22-25355252

E-Mail: inayatullahmadani@yahoo.com

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد:

فإن الشيخ عنايت الله بن حفيظ الله هندي الجنسية معروف لدي منذ دهر طويل بسلامة المنهج والمعتقد، وقد كان داعية (رسمي) في مكتب الجاليات والدعوة والإرشاد بمدينة عنيزة بالمملكة العربية السعودية، ثم انتقل للدراسة في الجامعة الإسلامية كلية الحديث الشريف وتخرج بتقدير ممتاز، ولمعرفتي بسلامة منهجه أذنت له بترجمة أي كتاب من كتبي يرغب في ترجمته، وقد ترجم لي إلى الآن خمسة عشر كتابا، راجعنا منها أربعة عشر كتابا فوجدناها مترجمة ترجمة سليمة على منهج أهل السنة والجماعة.

وأوصي من يرى تزكيتي هذه أن يجعل الشيخ عنايت الله محل الثقة فإنه كذلك، سواء كان ذلك في الترجمة أو غيرها من الأعمال، لأمانته، وصدقه، وسلامة معتقده، هكذا أحسبه والله حسيبه ولا أزكي على الله أحدا. وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين.

قاله وكتبه الفقير إلى الله تعالى

د. سعيد بن علي بن وهف القحطاني

١٤٣١/٥/١١هـ

بسم الله الرحمن الرحيم

من سعيد بن علي بن وهف القحطاني إلى الأخ الشيخ عنايت الله بن حفيظ الله سلمه الله تعالى.

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته أما بعد:

فأرجو إرسال كل كتاب تترجمونه من كتبي إلى موقع دار الإسلام بعد مراجعته، حتى ينشر في هذا الموقع المبارك، والله أسأل أن يجعل ذلك في موازين حسناتكم وجزاكم الله خيرا.

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

أخوك ومحبك في الله

د. سعيد بن علي بن وهف القحطاني

١٤٣١/٥/١١هـ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام الأتمان الأكملان على أشرف الأنبياء والمرسلين نبينا وإمامنا محمد بن عبد الله وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسانٍ إلى يوم الدين، أما بعد:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''عقیدۂ واسطیہ'' دراصل اہل سنت و جماعت کے عقیدہ (کا خلاصہ) ہے۔اس کتاب کی تالیف اور اسے ''واسطیہ'' کے نام سے موسوم کرنے کا ایک سبب یہ ہے کہ قاضی واسطی جب اپنے وطن واسط سے موسم حج میں تشریف لائے تو شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ انہیں سلف کا عقیدہ تحریر فرمادیں، چنانچہ شیخ

الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے نماز عصر کے بعد ایک ہی نشست میں یہ کتاب تالیف فرمادی۔ یہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی وسعت علمی اور خداداد بے پناہ علمی قوت وصلاحیت کی واضح دلیل ہے، اور یہ کوئی بعد چیز نہیں‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس سے محروم کردیتا ہے۔ ہم اللہ بلند وباعظمت سے اس کے فضل وکرم کے خواستگار ہیں۔

جب مجھے عقیدہ واسطیہ کی بے پناہ اہمیت کا علم ہوا تو خواہش ہوئی کہ اس کی ایک مختصر شرح قلمبند کروں، اللہ سے دعا گو ہوں کہ اسے خالص اپنے رخ کریم کے لئے بنائے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ علماء کرام نے اس کتاب کے تئیں حفظ‘ تدریس‘ تعلیق اور شرح وغیرہ کے ذریعہ بڑی کوششیں صرف کی ہیں، چنانچہ مجھے اس کتاب کی جن شروح کا علم ہوا ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱- الروضۃ الندیۃ شرح العقیدۃ الواسطیۃ، از شیخ زید بن فیاض۔

۲- الکواشف الجلیۃ عن معانی العقیدۃ الواسطیۃ، از شیخ عبد العزیز بن محمد السلمان۔

۳- الأسئلۃ والأجوبۃ الأصولیۃ علی العقیدۃ الواسطیۃ، از شیخ عبد العزیز بن محمد السلمان۔

۴- شرح العقیدۃ الواسطیۃ، از شیخ محمد خلیل الہراس۔

۵- التعلیقات المفید ۃ علی العقیدۃ الواسطیۃ، از شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الشریف۔

یہ تمام شرحیں عمدہ اور عقیدہ واسطیہ کی خوب وضاحت کرتی ہیں۔

میں نے اپنی تحریر کردہ اس مختصر شرح میں حسب ذیل کام کئے ہیں:

احادیث کی تخریج کی ہے اور ان کے اصل مراجع کا حوالہ دیا ہے، بسا اوقات نص ذکر کئے بغیر صرف مصدر حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے، نیز قرآنی آیات کی بھی تخریج کی ہے‘ اور سورت وآیت نمبر ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ہر موضوع کے لئے ایک مناسب عنوان قائم کیا ہے، جیسے: فرقۂ ناجیہ کی تعریف، فرقۂ ناجیہ کے یہاں ایمان کے ارکان، اللہ کے صفات کے بارے میں اہل سنت وجماعت کا عقیدہ، نفی واثبات کی بابت اہل سنت کا طریقہ اور اللہ کے اسماء وصفات اور صفات الٰہی سے متعلق آیات واحادیث

کے سلسلہ میں اُن کا منہج ،وغیرہ۔اسی طرح ہر صفت کے لئے میں نے مستقل عنوان قائم کیا ہے، اور بسا اوقات کئی صفات پر مشتمل ایک عنوان قائم کیا ہے؛ جس کا مقصد حصر نہیں بلکہ مولف رحمہ اللہ کے ذکر کردہ صفات کا بیان ہے۔مولف رحمہ اللہ نے بکثرت آیات واحادیث ذکر فرمائی ہیں، میں نے اختصار کی غرض سے قرآنی آیت یا حدیث رسول کی صرف ایک دلیل پر اکتفا کیا ہے دیگر دلائل حذف کر دیئے ہیں۔ پھر میں نے (بالترتیب) درج ذیل مسائل میں اہل سنت و جماعت کی وسطیت اور اعتدال کو واضح کیا ہے:

- صفات الٰہی کے باب میں دیگر فرقوں کے مابین اہل سنت کی وسطیت۔
- افعالِ عباد کے باب میں اہل سنت کی وسطیت۔
- وعید الٰہی کے باب میں اہل سنت کی وسطیت۔
- اسماء دین وایمان کے باب میں اہل سنت کی وسطیت۔
- صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سلسلہ میں اہل سنت کی وسطیت۔

اس کے بعد یوم آخرت پر ایمان اور اس سے متعلقہ مسائل، تقدیر اور اس کے چار مراتب، اسی طرح دین و ایمان، صحابہ کرام اور کرامات اولیاء کے

باب میں اہل سنت و جماعت کا منہج بیان کیا ہے، اور اخیر میں اہل سنت و جماعت کے اخلاق کریمانہ کا ذکر کیا ہے۔

اللہ عزوجل سے دعا گو ہوں کہ وہ (ہمیں) اپنی مرضیات کی توفیق بخشے۔

وصلى الله وسلم و بارك على عبده ورسوله محمد وعلى آله و صحبه.

مولف

فرقۂ ناجیہ (نجات یافتہ گروہ) یعنی اہل سنت وجماعت کی تعریف

''فرقہ'' فاء کے زیر کے ساتھ' لوگوں کی ایک جماعت کو کہا جاتا ہے، اسے 'نجات ونصرت یافتہ'' کے وصف سے متصف کرنے کا سبب رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

"لا تزال من أمتي أمة قائمة بأمر الله لا يضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتى يأتيهم أمر الله وهم على ذلك"۔[1]

میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم (اسلام) پر قائم رہے گی، ان کی مدد سے ہاتھ کھینچنے والے اور ان کی مخالفت کرنے والے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (فیصلہ) آجائے گا اور وہ بدستور اس پر قائم رہیں گے۔

(۱) صحیح بخاری (بلفظہ) بروایت مغیرہ رضی اللہ عنہ،۴/۱۸۷، وصحیح مسلم ۳/۱۵۲۳۔

اور اہل سنت و جماعت اسی فرقہ کا بدل ہیں' اور'' سنت'' سے مراد وہ طریقہ ہے جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم قائم تھے اور اُن کے سچے متبعین تا قیامت قائم رہیں گے۔

''جماعت'' دراصل ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اکٹھا ہوں' اور اس عقیدہ میں جماعت سے مراد اس امت کے سلف صالحین یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور قیامت تک ان کی سچی پیروی کرنے والے لوگ ہیں، خواہ کوئی تنہا ہو اور مذکورہ جماعت کے منہج وطریقۂ کار پر گامزن ہو۔ (۱)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جماعت وہ ہے جو حق کی موافقت کرے، خواہ آپ تنہا کیوں نہ ہوں''۔ (۲)

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) دیکھئے: الروضۃ الندیۃ شرح العقیدۃ الواسطیۃ از زید بن فیاض' ص ۱۴ وشرح العقیدۃ الواسطیۃ از محمد خلیل ہراس' ص ۱۶۔

(۲) إغاثۃ اللہفان من مصاید الشیطان' از امام ابن القیم ۱/ ۷۰۔

"افترقت اليهود على إحدى وسبعين فرقةً، فواحدة في الجنة وسبعون في النار. وافترقت النصارى على ثنتين وسبعين فرقةً، فإحدى وسبعون فرقةً في النار وواحدة في الجنة. والذي نفس محمدٍ بيده لَتَفْتَرِقَنَّ أمتي على ثلاث وسبعين فرقةً، واحدة في الجنة واثنتان وسبعون في النار"۔ (۱)

یہود اکہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، ان میں سے ایک جنتی ہے اور ستر جہنمی، اور نصاریٰ (عیسائی) بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، ان میں سے صرف ایک جنتی ہے اور اکہتر جہنمی، اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے' یقیناً میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی، ان میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا، اور بہتر فرقے جہنمی ہوں گے۔

---

(۱) سنن ابن ماجہ' ۲/ ۱۳۲۲، اسے شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے' دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر ۱/ ۳۵۷، وسلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، حدیث (۱۴۹۲)، حدیث کی دیگر روایات بھی ہیں' دیکھئے: مسند احمد ۴/ ۴۰۲ وابوداود مع عون المعبود ۱۲/ ۳۴۰۔

۱- اللہ تعالیٰ پر ایمان: یعنی اس بات کا پختہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا رب اور مالک ہے، وہی خالق، روزی رساں، زندگی اور موت دینے والا ہے، وہی تنہا عبادت کا مستحق ہے، نیز عبادت، ذلت و انکساری، خضوع و تابعداری اور دیگر تمام عبادتیں صرف تنہا اسی کے لئے کی جائیں، اسی طرح یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی کمال اور جلال وعظمت کے تمام اوصاف سے متصف ہے اور ہر قسم کے عیب ونقص سے منزہ اور پاک ہے۔[۱]

۲- فرشتوں پر ایمان: یعنی اس بات کا پختہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کے

---

(۱) الروضۃ الندیۃ شرح العقیدۃ الواسطیۃ ص ۱۵، والاجوبۃ الاصولیۃ، ص ۱۶، والطحاویۃ ص ۳۳۵۔ نیز اللہ پر ایمان چار امور پر مشتمل ہے: ۱- اللہ کے وجود پر ایمان۔ ۲- اللہ کی ربوبیت پر ایمان۔ ۳- اللہ کی الوہیت پر ایمان۔ ۴- اللہ کے اسماء وصفات پر ایمان۔

کچھ فرشتے ہیں جو (حقیقت میں) موجود ہیں، جن کی پیدائش نور سے ہوئی ہے، اور اللہ عزوجل کے فرمان کے مطابق ان کا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ کے معزز بندے ہیں، اس کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ انہیں جو بھی ذمہ داری سونپی جاتی ہے، اسے انجام دیتے ہیں، وہ تکان اور اکتاہٹ کے بغیر شب و روز اللہ کی تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں، تمام فرشتے اللہ کے حکم کے مطابق اپنی اپنی ذمہ داریوں کو انجام دے رہے ہیں، جیسا کہ اس بارے میں کتاب وسنت میں متواتر نصوص وارد ہیں، چنانچہ آسمان و زمین میں جو بھی حرکت ہوتی ہے حکم الٰہی کی بجا آوری میں انہی فرشتوں کے ذریعہ ہوتی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان میں سے جن کے نام ذکر کئے ہیں اُن پر تفصیلی طور پر اور جن کے نام نہیں ذکر کئے ہیں ان پر اجمالی طور پر ایمان لانا واجب ہے۔[۱]

۳- کتابوں پر ایمان: یعنی اس بات کی مکمل تصدیق کرنا کہ اللہ کی کچھ کتابیں ہیں جنہیں اللہ نے اپنے انبیاء ورسل پر نازل فرمایا ہے، یہ کتابیں درحقیقت اللہ کا کلام ہیں، نور و ہدایت ہیں، ان کتابوں کی تمام باتیں حق ہیں،

---

(۱) الروضۃ الندیۃ ص ۱۶، والعقیدۃ الطحاویۃ ص ۳۵۰۔

ان کی صحیح تعداد کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے‘ ان تمام کتابوں پر اجمالا ایمان لانا واجب ہے‘ البتہ جن کتابوں کے نام اللہ نے بیان فرمائے ہیں جیسے تورات‘ انجیل‘ زبور اور قرآن کریم‘ ان پر تفصیلی طور پر ایمان لانا ضروری ہے، واضح رہے کہ قرآن کریم اور اس کے من جانب اللہ ہونے پر ایمان کے ساتھ ساتھ یہ ایمان رکھنا بھی واجب ہے کہ جس طرح اللہ نے اپنی دیگر کتابوں کے ذریعہ گفتگو کی ہے اسی طرح اِس قرآن کریم کے ذریعہ بھی کلام کیا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کے اوامر کی بجا آوری اور منہیات سے اجتناب کرنا بھی ضروری ہے، نیز یہ کہ قرآن کریم تمام سابقہ کتابوں پر حاکم ہے‘ اور اللہ عزوجل نے کسی بھی قسم کی تحریف یا تبدیلی سے قرآن کریم کی خصوصی حفاظت فرمائی ہے‘ کیونکہ قرآن کریم اللہ کا نازل کردہ کلام ہے مخلوق نہیں‘ اللہ ہی کی جانب سے اس کا آغاز ہوا ہے اور اُسی کی طرف پھر پلٹے گا۔[۱]

۴- رسولوں پر ایمان: یعنی اس بات کی مکمل تصدیق کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ضلالت کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لانے

(۱) الاجوبۃ الاصولیۃ، ص۱۶، ۱۷۔

کے لئے کچھ رسول بھیجے ہیں نیز یہ کہ اللہ کی حکمت اس بات کی متقاضی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف ان رسولوں کو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر مبعوث فرمائے۔ لہٰذا ان تمام انبیاء کرام پر اجمالا ایمان لانا اور جن انبیاء کرام کے نام اللہ نے قرآن کریم میں ذکر کئے ہیں اُن پر تفصیلا ایمان لانا واجب ہے‘ جن کی تعداد پچیس ہے جنہیں اللہ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے، نیز یہ ایمان رکھنا بھی ضروری ہے کہ ان کے علاوہ بھی اللہ کے دیگر انبیاء ورسل ہیں جن کی صحیح تعداد اور ناموں کا علم اللہ ہی کو ہے‘ اسی طرح یہ ایمان رکھنا بھی واجب ہے کہ محمد ﷺ ان تمام رسولوں میں سب سے افضل اور ان کے خاتم ہیں‘ آپ ﷺ کی رسالت تمام جن وانس کے لئے عام ہے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔[۱]

۵- بعث بعد الموت یعنی مرنے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان: یعنی اس بات کا پختہ عقیدہ رکھنا کہ ایک دوسری زندگی بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نیکو کار کو نیکی کا بدلہ اور بُرے کو بُرائی کا بدلہ دے گا‘ نیز اللہ تعالیٰ شرک کے

(۱) الکواشف الجلیۃ عن معانی الواسطیہ، ص۶۶۔

علاوہ دیگر گناہوں کو جس کے لئے چاہے گا معاف فرما دے گا۔ شریعت کی اصطلاح میں بعث بعد الموت کے معنیٰ جسموں کو دوبارہ پیدا کرنے اور ان میں روح ڈالنے کے ہیں' چنانچہ لوگ بکھری ہوئی ٹڈیوں کی مانند اپنی اپنی قبروں سے نکل کر تیزی سے منادی (صوراسرافیل) کی طرف بھاگیں گے' ہم اللہ سے دنیا وآخرت میں عفو وعافیت کے خواستگار ہیں۔ [۱]

۶- **اللہ کی جانب سے اچھی بری تقدیر پر ایمان:** یعنی اس بات کی مکمل تصدیق کرنا کہ ہر اچھائی و برائی اللہ کے قضاء وقدر اور فیصلہ سے ہوتی ہے' نیز یہ کہ چیزوں کی تقدیر اور ان کے اوقات کا علم اللہ عزوجل کو ازل یعنی اُن کے وجود سے پہلے ہی سے تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کے سلسلہ میں اپنے علم کے مطابق اپنی قدرت ومشیت سے انہیں وجود بخشا' اور انہیں عالم وجود میں لانے سے قبل اسے لوح محفوظ میں لکھا۔ [۲]

ایمان کے ان چھ ارکان کی دلیلیں کتاب وسنت میں بکثرت ہیں' ایک

---

(۱) الکواشف الجلیۃ عن معانی الواسطیۃ، ۶۶۔

(۲) شرح العقیدۃ الواسطیۃ از محمد خلیل ہراس ص ۱۹۔

دلیل اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے:

﴿ليس البر أن تولوا وجوهكم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من آمن بالله واليوم الآخر والملائكة والكتاب والنبيين وآتى المال على حبه ذوي القربى واليتامى والمساكين وابن السبيل والسائلين وفي الرقاب وأقام الصلاة وآتى الزكاة والموفون بعهدهم إذا عاهدوا والصابرين في البأساء والضراء وحين البأس أولئك الذين صدقوا وأولئك هم المتقون﴾۔ [۱]

ساری اچھائی مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنے ہی میں نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر' قیامت کے دن پر' کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو' جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابت داروں' یتیموں' مسکینوں' مسافروں اور سوال کرنے والے کو دے' غلاموں کو آزاد کرے' نماز کی پابندی اور زکاۃ کی ادائیگی

---

(۱) سورۃ البقرۃ:۱۷۷۔

کرے جب وعدہ کرے تو اسے پورا کرے تنگدستی دکھ درد اور جنگ کے وقت صبر کرے یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إنا كل شيء خلقناه بقدر﴾۔(۱)

بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک (مقررہ) اندازہ سے پیدا کیا ہے۔

نیز حدیث جبریل میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"أن تؤمن بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر وتؤمن بالقدر خيره وشره"۔(۲)

یہ کہ تم اللہ اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اس کے رسولوں یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔

---

(۱) سورۃ القمر: ۴۹۔

(۲) صحیح مسلم ۱/ ۳۷، حدیث (۸)۔

صفات الٰہی کی بابت اہل سنت و جماعت کا عقیدہ (اجمالی طور پر)

اہل سنت و جماعت اللہ تعالیٰ کے صفات کو ثابت کرتے ہیں نہ ان کی تعطیل یعنی نفی کرتے ہیں نہ مثلیت بیان کرتے ہیں نہ ہی ان میں تحریف کرتے ہیں اور نہ ہی ان کی کیفیت بیان کرتے ہیں، بلکہ ان کے معنیٰ و مدلول پر ایمان لانے کے ساتھ انہیں بعینہ اسی طرح گزار دیتے ہیں جس طرح نصوص میں وارد ہوئے ہیں۔

۱- **تحریف:** تحریف کے لغوی معنیٰ بدل دینے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور صفات عالیہ کے الفاظ یا ان کے معانیٰ کا بدلنا تحریف کہلاتا ہے۔اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: لفظی تحریف: یعنی لفظ میں کمی زیادتی کرنا یا اس کی شکل بدل دینا جیسے فرقۂ جہمیہ اور ان کے متبعین نے "استویٰ" کے لفظ میں "لام" کا

اضافہ کرکے ''استولیٰ'' کہا، اسی طرح یہودیوں کو جب اللہ نے ''حطہ'' کہنے کا حکم دیا تو انہوں نے (نون کا اضافہ کرکے) ''حنطہ'' کہا، یا اسی طرح بعض بدعتیوں نے (اللہ کے صفتِ ''کلام'' کے انکار کی غرض سے) آیت کریمہ:

﴿وکلم اللّٰہُ موسیٰ تکلیماً﴾۔[1]

اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو فرمائی۔

میں ''اللہ'' کے لفظ کو مرفوع (پیش) کے بجائے منصوب (زبر) پڑھا۔ (اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ عزوجل سے کلام کیا)۔

دوسری قسم: معنوی تحریف: یعنی اسماء وصفات کے الفاظ کو اپنی حالت پر رکھتے ہوئے اُن کے معانی کو بدل دینا، جیسے بعض بدعتیوں کا ''غضب'' کی تفسیر ارادۂ انتقام سے، ''رحمت'' کی تفسیر ارادۂ انعام سے اور ''ید'' (ہاتھ) کی تفسیر نعمت سے کرنا۔

۲- تعطیل: اس کے لغوی معنیٰ چھوڑ دینے کے ہیں، اور اصطلاح میں

(۱) سورۃ النساء:۱۶۴۔

اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ کی ذات سے صفات الٰہی کی نفی کی جائے، اور ان کے قائم بذات اللہ ہونے کا انکار کیا جائے یا اُن میں سے بعض صفات کا انکار کیا جائے۔

تحریف اور تعطیل کے درمیان فرق یہ ہے کہ تعطیل کتاب وسنت سے ثابت اسماء وصفات کے صحیح مفہوم کی نفی کو کہتے ہیں، جبکہ تحریف نصوص کتاب وسنت کی باطل تفسیر کا نام ہے۔

تعطیل کی قسمیں:

تعطیل کی کئی قسمیں ہیں:

۱. **اللہ کے کمال مقدس کی نفی:** یعنی اللہ عزوجل کے تمام اسماء وصفات یا ان میں سے بعض کی نفی کرنا، جیسے جہمیہ اور معتزلہ نے کیا۔

۲. **اللہ سے قطع تعلق:** مثلاً اللہ کی عبادت نہ کرنا، یا بعض عبادتیں ترک کر دینا، یا اللہ کی عبادت میں غیر کو شریک کرنا۔

۳. **مخلوق سے خالق کی نفی:** جیسے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اشیاء کا وجود خود بخود ہو گیا ہے اور اُن میں خود بخود ہی تصرف ہوتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

ہر محرف (تحریف کرنے والا) معطل (نفی کرنے والا) ہے، لیکن ہر معطل محرف نہیں۔ چنانچہ جو باطل معنیٰ ثابت کرے اور حق معنیٰ کی نفی کرے وہ بیک وقت محرف و معطل دونوں ہے، البتہ جو صرف صفات الٰہی کی نفی کرے وہ محرف نہیں، بلکہ صرف معطل ہے۔

۳- تکییف: یعنی کیفیت کی بابت سوال کرنا، مقصود یہ ہے کہ صفت الٰہی کی اس طرح تعیین وتحدید کی جائے کہ اُس کی ایک خاص کیفیت ظاہر ہو، کیفیت کی نفی کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ صفات الٰہی کے معانی کو ٹالا جائے اور اُن کی نفی کی جائے، بلکہ صفات کا معنیٰ زبان عرب میں معلوم ہے، یہی سلف صالحین کا عقیدہ ہے، چنانچہ جب امام مالک رحمہ اللہ سے ''استواء'' کی کیفیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا:

"الاستواء معلوم، والكيف مجهول، والإيمان به واجب، والسؤال عنه بدعة"۔[1]

استواء معلوم ہے، اس کی کیفیت نامعلوم ہے، اُس پر ایمان لانا

(۱) فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۱۴۴/۵۔

واجب ہے اور کیفیت کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت ایک حقیقی ثابت معنیٰ پر دلالت کرتی ہے، جس پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کے لئے ثابت کرتے ہیں، لیکن اس کی کیفیت، حالت اور صورت کا ہمیں علم نہیں۔

لہٰذا صفات الٰہی کی حقیقت اور ان کے معنیٰ کو ثابت کرنا اور صرف اُن کی کیفیت کو (اللہ کے سپرد کرنا) واجب ہے۔ برخلاف فرقہ ''واقفہ'' کے جو صفات الٰہی کے معانی کو بھی ٹالتے اور اس کی نفی کرتے ہیں۔

۴- تمثیل: اس کے معنیٰ تشبیہ کے ہیں، یعنی اللہ عزوجل کی ذاتی یا فعلی صفات میں کسی کو اُس کا مشابہ قرار دیا جائے، اس کی دو قسمیں ہیں:

الف: مخلوق کو خالق سبحانہ وتعالیٰ سے تشبیہ دینا: جیسے نصاریٰ نے مسیح بن مریم علیہما الصلاۃ والسلام کو اللہ کے مشابہ قرار دیا، اسی طرح یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کو اللہ کے مشابہ قرار دیا۔ اللہ اس سے بہت بلند وبالا ہے۔

ب: خالق کو مخلوق سے تشبیہ دینا: جیسے فرقہ ''مشبہہ'' نے تشبیہ دیتے ہوئے کہا کہ اللہ کا چہرہ مخلوق کے چہرہ کی طرح ہے، اللہ کا ہاتھ مخلوق کے ہاتھ

کے مثل ہے اور اللہ کی سماعت مخلوق کی سماعت کی طرح ہے! اور اس طرح کی دیگر باطل تشبیہات۔ اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے بہت بلند و برتر ہے۔ (۱) *

(۱) الکواشف الجلیۃ عن معانی الواسطیۃ، ۸۶۔

* شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تشبیہ کی ایک تیسری قسم بھی ہے، اور وہ ہے خالق (اللہ عز وجل) کو معدوم، مستحیل (محال)، اور ناقص چیزوں یا اسی طرح جمادات سے تشبیہ دینا، اور جہمیہ و معتزلہ تشبیہ کی اسی قسم میں واقع ہوئے ہیں۔

اللہ کے اسماء و صفات میں الحاد

الحاد کا معنیٰ یہ ہے کہ صفات الٰہی، اس کے حقائق اور اس کے معانی کی بابت جو حق اور ثابت ہے اس سے اعراض کیا جائے۔ چنانچہ الحاد کی کئی شکلیں ہیں، جیسے صفات الٰہی کا بالکلیہ انکار کر دینا، یا ان کے معانی کا انکار کرنا، یا ان میں تحریف کرنا اور باطل تاویلات کے ذریعہ انہیں حق و صواب سے پھیر دینا، یا اُن سے بعض نئی اور جدید چیزوں کو موسوم کرنا جیسے وحدۃ الوجود کا عقیدہ رکھنے والوں نے کیا۔ خلاصۂ کلام یہ کہ الحاد میں تحریف، تعطیل، تکییف، تمثیل و تشبیہ تمام چیزیں داخل ہیں۔ (۱)

(۱) دیکھئے: الاجوبۃ الاصولیۃ، ص ۳۲، وشرح العقیدۃ الواسطیۃ از محمد خلیل ہراس ص ۲۴۔

نفی واثبات میں اہل سنت وجماعت کا طریقۂ کار

اللہ نے اپنی ذات کے لئے جو کچھ ثابت کیا ہے اہل سنت و جماعت انہیں تفصیلی طور پر ثابت کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿وهو السميع البصير﴾۔[1]

اللہ تعالیٰ سننے دیکھنے والا ہے۔

چنانچہ اللہ نے اپنی ذات کے لئے جو کچھ ثابت کیا ہے یا رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے لئے جو کچھ ثابت کیا ہے اہل سنت و جماعت انہیں اس طرح ثابت کرتے ہیں جو اللہ کے شایان شان ہے۔اسی طرح اللہ نے اپنی ذات سے جن چیزوں کی نفی کی ہے یا رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی ذات سے جن چیزوں کی نفی کی ہے اہل سنت و جماعت غالبًا اجمالی طور پر اللہ کی ذات سے

(۱) سورۃ الشوریٰ:۱۱۔

ان چیزوں کی نفی کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿ليس كمثله شيء﴾۔[1]

اللہ کے مثل کوئی چیز نہیں۔

نفی کا تقاضہ یہ ہے کہ اُس کے برعکس کمال کو اللہ کے لئے ثابت کیا جائے، چنانچہ اللہ نے جہاں بھی اپنی ذات سے نقصائص وعیوب اور اپنے خصائص میں کسی مخلوق کی شرکت کی نفی کی ہے، اس کا لازمی مفہوم یہ ہے کہ اُس کے برعکس کمال کو اللہ کے لئے ثابت کیا جائے۔

اللہ عز وجل نے اجمالی نفی اور تفصیلی اثبات کو ایک ہی آیت میں اکٹھا کیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ليس كمثله شيء وهو السميع البصير﴾۔[1]

اس (اللہ) کے مثل کوئی چیز نہیں، اور وہ سننے دیکھنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس بات کی صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات، اور افعال میں اپنی مخلوق کی مشابہت سے منزہ اور پاک ہے، اور آغاز

(۱) سورۃ الشوریٰ:۱۱۔

میں ﴿ لیس کمثله شيء ﴾ اللہ کے مثل کوئی چیز نہیں کہہ کر فرقۂ ''مشبہہ''
کے عقیدہ کی' اور آخر میں ﴿ وهو السميع البصير ﴾ وہ سننے دیکھنے والا ہے'
کہہ کر فرقۂ ''معطلہ'' (منکرین صفات) کی تردید کی گئی ہے۔ اسی طرح آیت
کے شروع میں نفی مجمل ہے اور آخر میں اثبات مفصل ہے۔ اسی طرح آیت
کریمہ میں فرقۂ ''اشاعرہ'' کے عقیدہ کی تردید ہے جو بعض صفات کو مانتے ہیں
اور بعض صفات کی نفی کرتے ہیں' نیز فرقۂ ''معتزلہ'' کے عقیدہ کی تردید ہے جو
کہتے ہیں کہ اللہ سننے والا ہے بلا سماعت' دیکھنے والا ہے بلا بصارت۔ [۱]

مولف رحمہ اللہ نے نفی واثبات کی وضاحت کے لئے مذکورہ آیت کریمہ'
سورۂ اخلاص' اور آیۃ الکرسی کو ذکر فرمایا ہے۔ [۲]

سورۂ اخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے بیان
فرمایا ہے [۳]' اور علماء کرام نے اس کی تشریح اس طرح کی ہے کہ قرآن کریم

---

(۱) الاجوبۃ الاصولیۃ علی العقیدۃ الواسطیہ ص۲۶۔
(۲) الروضۃ الندیۃ ص۱۲۰، وشرح العقیدۃ الواسطیہ از محمد خلیل ہراس ص۳۱۔
(۳) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۳/ ۳۴۷ وصحیح مسلم ۱/ ۵۵۶، حدیث (۸۱۱)۔

تین قسم کی باتوں پر مشتمل ہے: توحید' قصص اور احکام اور چونکہ اس سورت
میں توحید کی تینوں قسموں یعنی توحید الوہیت' توحید ربوبیت اور توحید اسماء
وصفات کا بیان ہے' اس لئے اسے ایک تہائی قرآن کے برابر کہا گیا ہے۔ [۱]

اور آیۃ الکرسی ایک عظیم آیت بلکہ قرآن کریم کی عظیم ترین آیت ہے [۲]'
اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ اللہ کے اسماء حسنیٰ اور صفات عالیہ پر مشتمل
ہے' اور اس میں اللہ کے ایسے عظیم اسماء وصفات یکجا ہیں جو کسی دوسری آیت
میں یکجا نہیں' لہٰذا جو آیت کریمہ ایسے عظیم معانی پر مشتمل ہو بلا شبہ اس لائق
ہے کہ قرآن کریم کی سب سے عظیم آیت قرار پائے۔ [۳]

---

(۱) شرح العقیدۃ الواسطیہ از محمد خلیل ہراس ص۲۱۔
(۲) صحیح مسلم ۱/ ۵۵۶، حدیث (۸۱۰) ومسند احمد ۵/ ۱۴۲ وغیرہ۔
(۳) الاجوبۃ الاصولیۃ علی العقیدۃ الواسطیہ ص۴۰۔

اسماء وصفات الٰہی کی بابت اہل سنت وجماعت کا عقیدہ (تفصیلی طور پر)

اسماء وصفات الٰہی کی بابت اہل سنت کا وہی عقیدہ ہے جو امت کے سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کا تھا، چنانچہ اہل سنت وجماعت تحریف، تعطیل، تکییف اور تمثیل کے بغیر ان تمام چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں جس کی اللہ نے اپنی ذات کے بارے میں خبر دی ہے یا اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے بارے میں بتایا ہے، نیز وہ اللہ کی ذات پاک اور اس کے صفات کے بارے میں ایک ہی عقیدہ رکھتے ہیں، جو بات اللہ کی ذات کے بارے میں کہتے ہیں وہی اللہ کی صفات کے بارے میں کہتے ہیں، چنانچہ جس طرح اللہ کی ذات کے اثبات سے کیفیت لازم نہیں آتی بعینہ اسی طرح اللہ کی صفات کے اثبات سے بھی کیفیت ثابت نہیں ہوتی۔

اسی طرح ان کا عقیدہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ یا دونوں میں سے

کسی ایک سے ثابت ہونے والے اللہ کے اسماء حسنٰی وصفات عالیہ پر ایمان رکھنا اور کیفیت ثابت کئے بغیر جس طرح وہ اسماء وصفات آئے ہیں اسی طرح ماننا واجب ہے، اور ساتھ ہی وہ اسماء جن عظیم معانی (یعنی صفات) پر دلالت کرتے ہیں ان پر ایمان لانا اور کسی قسم کی تحریف، تعطیل، تکییف اور تمثیل کے بغیر اُن صفات سے اللہ عزوجل کو اُس کے شایان شان متصف کرنا واجب ہے۔[1]

اہل سنت و جماعت اللہ عزوجل کو اُس کی مخلوق پر قیاس نہیں کرتے، چنانچہ اس باب میں اُن کے یہاں قیاس آرائی مطلقاً جائز نہیں، کیونکہ اس سے اصل وفرع کے درمیان الٰہی امور میں مماثلت، تشبیہ اور برابری لازم آتی ہے، بنابریں وہ اللہ کے حق میں نہ قیاس تشبیہ استعمال کرتے ہیں اور نہ ہی قیاس شمول، بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حق میں قیاس اولیٰ (یعنیٰ اعلیٰ اور بہتر) استعمال کرتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر وصفِ کمال (جس میں

---

(۱) دیکھئے: العقیدۃ الصحیحہ وما یضادھا، تالیف شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ ص ۷، وشرح العقیدۃ الواسطیہ از محمد خلیل ہراس ص ۲۵۔

کسی قسم کا نقص وعیب نہ ہو) جو مخلوق کے لئے ثابت ہے' اللہ عزوجل بدرجہ اولیٰ اس کا مستحق ہے' اور ہر عیب ونقص جس سے مخلوق منزہ ہے' اللہ سبحانہ و تعالیٰ بدرجہ اولیٰ اس سے منزہ اور پاک ہے۔

صفات الٰہی سے متعلقہ آیات واحادیث

مولف (علامہ ابن تیمیہ) رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرقۂ ناجیہ کا اجمالی عقیدہ ''یعنی اللہ' اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں' اس کے رسولوں' یوم آخرت اور اس کی جانب سے اچھی بُری تقدیر پر ایمان'' ذکر کرنے کے بعد ان کے عقیدہ کا تفصیلی بیان کا آغاز کیا' چنانچہ بیان فرمایا کہ اللہ پر ایمان لانے کا تقاضہ یہ ہے کہ تحریف' تعطیل' تکییف اور تمثیل کے بغیر اُن چیزوں پر بھی ایمان رکھا جائے جن سے اللہ نے اپنی ذات کو متصف کیا ہے' یا جن سے رسول اللہ ﷺ نے اللہ کو متصف کیا ہے۔

پھر علامہ رحمہ اللہ نے چند آیات اوراسی طرح چند احادیث ذکر کی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ عزوجل کے شایان شان اللہ کے صفات ثابت فرمائے ہیں۔

مولف رحمہ اللہ اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بندۂ مسلم کے لئے اللہ عزوجل کے اسماء حسنٰی اور صفات عالیہ کی معرفت کا وحی الٰہی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں۔ نیز چونکہ اللہ کے اسماء وصفات توقیفی ہیں، اس لئے جو چیزیں اللہ نے اپنی ذات کے لئے ثابت کی ہیں یا رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے لئے ثابت کی ہیں، ہم اسے ثابت کریں گے، اور جن چیزوں کی اللہ نے اپنی ذات سے نفی کی ہے یا رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی ذات سے نفی ہے، ہم بھی اللہ کی ذات سے اس کی نفی کریں گے۔ اور یہ چیزیں قرآن کریم اور سنت صحیحہ کی روشنی میں ہوں گی۔

مولف رحمہ اللہ نے جن صفات باری کا ذکر کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

1. عزت: ارشاد باری ہے:

﴿سبحان ربک رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين﴾۔[1]

تمہارا عزت والا رب ان تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے جن

(۱) سورۃ الصافات: ۱۸۰، ۱۸۱۔

سے لوگ اسے متصف کرتے ہیں، سلامتی ہو رسولوں پر اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو دونوں جہان کا رب ہے۔

چنانچہ اللہ عزوجل نے اپنی ذات کو ان تمام عیوب ونقائص سے منزہ قرار دیا جس سے رسولوں کے مخالفین اللہ کو متصف کرتے ہیں، اور رسولوں پر سلامتی نازل فرمائی کیونکہ ذات باری کی بابت ان کی باتیں نقص وعیب سے پاک ہیں۔

2. احاطہ: ارشاد باری ہے:

﴿هو الأول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شيء عليم﴾۔[1]

وہی (اللہ) اول ہے، آخر ہے، ظاہر ہے، باطن ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

"اللهم أنت الأول فليس قبلك شيء، وأنت الآخر فليس

(۱) سورۃ الحدید: ۳۔

بعدك شيء، وأنت الظاهر فليس فوقك شيء، وأنت الباطن فليس دونك شيء"۔[1]

اے اللہ تو اول ہے، تجھ سے پہلے کچھ نہیں، تو آخر ہے تیرے بعد کچھ نہیں، تو ظاہر ہے تجھ سے اوپر کچھ نہیں اور تو باطن ہے تجھ سے پوشیدہ کچھ نہیں۔

آیت کریمہ میں ﴿هو الأول والآخر﴾ اللہ عزوجل کے زمانی احاطہ پر دلالت کرتا ہے اور ﴿والظاهر والباطن﴾ مکانی احاطہ پر دلالت کرتا ہے۔

3. علم، 4. حکمت، 5. خبروآگاہی۔

ارشاد باری ہے:

﴿وهو العليم الحكيم﴾۔[2]

وہ (اللہ) علم والا حکمت والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

(۱) صحیح مسلم ۴/۲۰۸۴، نیز دیکھئے: شرح العقیدۃ الواسطیہ از محمد خلیل ہراس، ص۴۲۔

(۲) سورۃ یوسف: ۱۰۰۔

﴿وهو الحكيم الخبير﴾۔[1]

وہ (اللہ) حکمت والا خبر رکھنے والا ہے۔

''علم'' اللہ تعالیٰ کے ذاتی صفات میں سے ہے، جو اللہ سے کبھی جدا نہیں ہوتیں، چنانچہ اللہ نے ہر چیز کا اجمالی و تفصیلی احاطہ کر رکھا ہے۔

دنیا وآخرت میں حکم وفیصلہ کا اختیار اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، وہ جب کسی چیز کو محکم طور پر وجود بخشتا ہے تو اس میں کسی قسم کے فساد وخلل کا گزر بھی نہیں ہوتا، چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کائنات کو اپنی حکمت سے وجود بخشا ہے، وہ بڑا علم وحکمت والا ہے۔[2]

6. روزی رسانی، 7. قوت، 8. متانت (زوروطاقت)۔

ارشاد باری ہے:

﴿إن الله هو الرزاق ذو القوة المتين﴾۔[3]

(۱) سورۃ الانعام: ۱۸۔

(۲) دیکھئے: الاجوبۃ الأصولیۃ، ص۴۲۔

(۳) سورۃ الذاریات: ۵۸۔

اللہ تعالیٰ ہی روزی رساں' طاقت والا' زورآور ہے۔

''رزاق'' صیغۂ مبالغہ ہے جس کے معنیٰ ہیں بہت زیادہ اور خوب روزی دینے والا' اور دنیا میں جو بھی روزی ہے اللہ کی جانب سے ہے' اور روزی کی دو قسمیں ہیں:

۱- ایک وہ روزی ہے جس کا نفع دنیا وآخرت دونوں میں قائم رہے گا' وہ ہے ''دلوں کی روزی''، یعنی علم وایمان اور رزق حلال۔

۲- دوسری وہ روزی ہے' جو نیک و بد لوگوں اور حیوانات وغیرہ سب کے لئے عام ہے۔

اور اللہ قوت کے وصف سے متصف ہے' آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ''قوی'' ہے جس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ قوت کی صفت سے متصف ہے۔ اور ''متین'' کے معنیٰ حد درجہ قوت و طاقت والے کے ہیں۔ (۱)

9. سماعت، 10. بصارت۔

(۱) الروضۃ الندیۃ' ص۴۷۔

ارشاد باری ہے:

﴿ليس كمثله شيء وهو السميع البصير﴾۔ (۱)

اس (اللہ) کے مثل کوئی چیز نہیں' اور وہ سننے دیکھنے والا ہے۔

اللہ عزوجل کی ذاتی صفات میں سے سمع (سننا) اور بصر (دیکھنا) ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سماعت و بصارت سے اس طرح متصف ہے' جو اس کے شایان شان ہے' اس کی سماعت و بصارت مخلوق کی سماعت و بصارت کے مشابہ نہیں، بلکہ اللہ کی سماعت تمام مسموعات کو محیط ہے اور وہ انہیں دیکھ رہا ہے' اور اللہ تمام ظاہر و باطن چیزوں کو دیکھ رہا ہے خواہ وہ کتنی بھی پوشیدہ کیوں نہ ہوں (۲)۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

يا من يرى مد البعوض جناحها

فـي ظلمة الليل البهـيم الأليل

(۱) سورۃ الشوریٰ:۱۱۔

(۲) دیکھئے: الروضۃ الندیۃ ص۴۷ و۱۱۲۔

ویری مناط عروقها في نحرها

والمخ في تلك العظام النحل

امنن علي بتوبة تمحو بها

ماكان مني في الزمان الأول

اے تیرہ وتاریک لمبی شب کی تاریکی میں مچھر کے بازو کے پھیلاؤ کو اور اس کی نحر میں رگوں کی جگہوں اور ان پتلی باریک ہڈیوں میں دماغ کو دیکھنے والے، مجھ پر توبہ کا احسان فرما اور میرے پچھلے زمانہ میں سرزد ہوئے گناہوں کو معاف فرما۔

11. ارادہ، 12. مشیت۔

ارشاد باری ہے:

﴿ولو شاء الله ما اقتتلوا ولكن الله يفعل ما يريد﴾۔[1]

اگر اللہ عزوجل چاہتا تو یہ آپس میں نہ لڑتے، لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

(۱) سورۃ البقرۃ ۲۵۳۔

نیز ارشاد ہے:

﴿فمن يرد الله أن يهديه يشرح صدره للإسلام ومن يرد أن يضله يجعل صدره ضيقاً حرجاً كأنما يصعد في السماء﴾۔[1]

اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کے سینہ کو بہت تنگ کر دیتا ہے جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے۔

ارادہ کی دو قسمیں ہیں:

۱- ارادہ کونیہ:

مشیت بھی اسی کے مترادف ہے، اور یہ دونوں چیزیں اُن تمام چیزوں سے متعلق ہیں جسے اللہ تعالیٰ کرنا یا وجود میں لانا چاہتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا بھی ارادہ کرتا ہے، اُس کے ارادہ کرتے ہی وہ چیز ہو جاتی ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

(۱) سورۃ الانعام: ۱۲۵۔

﴿إنما أمره إذا أراد شيئاً أن يقول له كن فيكون﴾۔[1]

وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے' اسے اتنا فرما دینا (کافی ہے) کہ 'ہوجا' وہ اسی وقت ہوجاتی ہے۔

لہٰذا اللہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا ہے نہیں ہوتا ہے۔

۲- ارادہ شرعیہ:

اس ارادہ کا تعلق صرف اللہ کی اُن محبوب اور پسندیدہ چیزوں سے ہے جن کا وہ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے' جس کا ذکر اللہ کے اس فرمان میں بھی ہے:

﴿يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر﴾۔[2]

اللہ تعالیٰ تم پر آسانی کرنا چاہتا ہے' پریشانی میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

ارادہ کونیہ اور ارادہ شرعیہ کے درمیان فرق

ارادہ کونیہ قدریہ عام ہے جو تمام حوادثات اور دنیا میں ہونے والے ہر خیر وشر' کفر وایمان اور اطاعت ومعصیت کو شامل ہے، جبکہ ارادہ دینیہ شرعیہ

(۱) سورۃ یس:۸۲۔
(۲) سورۃ البقرۃ:۱۸۵۔

صرف اللہ کی محبوب وپسندیدہ چیزوں یعنی قرآن وسنت میں آئی ہوئی باتوں کے ساتھ خاص ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ مومن واطاعت گزار کے حق میں ارادہ کی دونوں قسمیں اکٹھا ہوجاتی ہیں' اور کافر وگنہ گار کے حق میں ارادہ کی صرف ایک قسم ارادہ کونیہ قدریہ پائی جاتی ہے۔ مقصود یہ ہے کہ اطاعت گزار کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ دینی شرعی اور کونی وقدری ہر طرح سے چاہتا ہے، اس کے برخلاف کافر کے کفر کو اللہ تعالیٰ کونی وقدری طور پر تو چاہتا ہے لیکن دینی وشرعی طور پر نہیں چاہتا۔[1]

13. محبت، 14. مودت۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وأحسنوا إن الله يحب المحسنين﴾۔[2]

احسان کرو' بیشک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

(۱) العقیدۃ الطحاویۃ، ص۱۱۶، وشرح الواسطیہ از محمد ہراس ص۵۲، والاجوبۃ الأصولیۃ ص۴۸۔
(۲) سورۃ البقرۃ:۱۹۵۔

اللہ کی ''محبت'' اُس کی جلال وعظمت کے شایان شان ہے' محبت اللہ کی فِعلی صفات میں سے ہے جس کا سبب اللہ کی عبادت میں احسان اور اللہ کے بندوں کیساتھ حسن سلوک کی بابت اللہ کے حکم کی بجا آوری ہے۔اسی طرح ''مودت'' بھی اللہ کی صفت ہے' ارشاد باری ہے:

﴿وهو الغفور الودود﴾۔ (۱)

وہ اللہ بخشنے والا خالص محبت کرنے والا ہے۔

''مودت'' کے معنیٰ خالص اور صاف ستھری محبت کے ہیں۔

15. رحمت، 16. مغفرت۔

ارشاد باری ہے:

﴿ربنا وسعت كل شيء رحمة وعلماً﴾۔ (۲)

اے ہمارے رب! تیری رحمت اور علم ہر چیز کو محیط ہے۔

نیز ارشاد ہے:

---

(۱) سورۃ البروج:۱۴۔

(۲) سورۃ غافر:۷۔

﴿وهو الغفور الرحيم﴾۔ (۱)

وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ نے پہلی آیت میں اپنے لئے ''رحمت'' کی صفت اور دوسری آیت میں ''مغفرت'' کی صفت ثابت کی ہے' اور اللہ نے جو کچھ اپنی ذات کے لئے ثابت کیا ہے اُس کی شان کے مطابق ہم بھی اس کے لئے ثابت کرتے ہیں۔

17. رضامندی، 18. غضب، 19. ناراضگی، 20. لعنت، 21. کراہت، 22.اسف (غصہ)، 23. مقت (سخت ناراضگی)۔

ارشاد باری ہے:

﴿رضي الله عنهم ورضوا عنه﴾۔ (۲)

اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

نیز ارشاد ہے:

---

(۱) سورۃ یونس:۱۰۷۔

(۲) سورۃ البینۃ:۸۔

﴿ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤہ جھنم خالداً فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ﴾۔[۱]

جوشخص قصداً کسی مومن کوقتل کردے اُس کا بدلہ ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم ہے' اس پراللہ کاغضب ہےاوراللہ نے اس پرلعنت فرمائی ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ذلک بأنھم اتبعوا ما أسخط اللہ وکرھوا رضوانہ﴾۔[۲]

یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ کوناراض کرنے والے امر کی پیروی کی اوراللہ کی رضامندی کوناپسند کیا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿فلما آسفونا انتقمنا منھم﴾۔[۳]

---

(۱) سورۃ النساء:۹۳۔

(۲) سورۃ محمد:۲۸۔

(۳) سورۃ الزخرف:۵۵۔

جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿کبر مقتاً عند اللہ أن تقولوا مالا تفعلون﴾۔[۱]

جوتم کرتے نہیں اُس کا کہنا اللہ تعالیٰ کوسخت ناپسند ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ولکن کرہ اللہ انبعاثھم﴾۔[۲]

لیکن اللہ نے ان کا اٹھنا ناپسند کیا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کورضامندی،غضب، ناراضگی، لعنت، کراہت، اسف (غصہ)، مقت (سخت ناراضگی) کے اوصاف سے متصف کیا ہے۔ یہ تمام صفتیں اللہ کے فعلی صفات ہیں' اللہ تعالیٰ جب جس طرح چاہتا ہے ان صفات سے متصف ہوتا ہے' چنانچہ اہل سنت وجماعت جس طرح اللہ کے ذاتی صفات کوثابت کرتے ہیں اسی طرح اللہ کے جلال و

---

(۱) سورۃ الصّف:۳۔

(۲) سورۃ التوبہ:۴۶۔

عظمت کے شایان شان اس کے اختیاری افعال کو بھی ثابت کرتے ہیں۔[١]

24. مجيء اللہ (اللہ کا آنا)، 25. اتیان (آمد)۔

ارشاد باری ہے:

﴿هل ينظرون إلا أن يأتيهم الله في ظلل من الغمام والملائكة وقضي الأمر﴾۔[٢]

کیا یہ لوگ اس بات کا انتظار کررہے ہیں کہ ان کے پاس خود اللہ تعالیٰ بادل کے سایوں میں آجائے اور فرشتے بھی؛ اور معاملہ تمام ہو جائے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿كلا إذا دكت الأرض دكاً دكاً، وجاء ربك والملك صفاً صفاً﴾۔[٣]

---

(١) دیکھئے: الکواشف الجلیہ، ص٢١٠، والروضۃ الندیۃ، ص٩٤۔

(٢) سورۃ البقرۃ: ٢١٠۔

(٣) سورۃ الفجر: ٢١، ٢٢۔

ہرگز نہیں! جب زمین کوٹ کوٹ کر برابر کردی جائے گی، اور آپ کا رب خود آجائے گا اور فرشتے بھی صفیں باندھ کر آجائیں گے۔

مولف رحمہ اللہ کی ذکر کردہ ان آیات میں اور دیگر آیات میں اللہ کے شایان شان اُس کے آنے' آمد فرمانے اور نزول کرنے کا ذکر ہے۔ یہ تمام اختیاری افعال اللہ کی قدرت ومشیت سے متعلق ہیں۔

26. رخ کریم، 27. دو ہاتھ، 28. دو آنکھیں۔

ارشاد باری ہے:

﴿ويبقى وجه ربك ذو الجلال والإكرام﴾۔[١]

صرف تمہارے رب کا رخ کریم جو جلال وعظمت والا ہے باقی رہ جائے گا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿واصبر لحكم ربك فإنك بأعيننا﴾۔[٢]

---

(١) سورۃ الرحمٰن: ٢٧۔

(٢) سورۃ الطور: ٤٨۔

اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر سے کام لیجئے' بیشک آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ما منعک أن تسجد لما خلقت بيدي﴾۔[1]

جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے' اُس کا سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا۔

ان آیات میں اللہ کے شایان شان اُس کے لئے چہرہ' دو ہاتھ اور دو آنکھوں کا اثبات ہے۔ اور اللہ کے لئے دو آنکھوں کا ثبوت سنت میں بھی ہے' ارشاد نبوی ہے:

"إن ربكم ليس بأعور"۔[2]

تمہارا رب کانا نہیں ہے۔

29. مکر، 30. کید۔

---

(۱) سورۃ ص:۷۵۔

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۳/ ۹۱، وصحیح مسلم ۴/ ۲۲۴۸۔

ارشاد باری ہے:

﴿ومكروا ومكر الله والله خير الماكرين﴾۔[1]

اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی (مکر) خفیہ تدبیر کی' اور اللہ تعالیٰ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إنهم يكيدون كيداً وأكيد كيداً﴾۔[2]

بیشک کفار مکر وفریب کر رہے ہیں اور میں بھی خفیہ تدبیر کر رہا ہوں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وهو شديد المحال﴾۔[3]

وہ (اللہ) سخت گرفت اور تدبیر والا ہے۔

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مکر' کید اور تدبیر کے اوصاف

---

(۱) سورۃ آل عمران:۵۴۔

(۲) سورۃ التوبہ:۱۵،۱۶۔

(۳) سورۃ الرعد:۱۳۔

ثابت کئے ہیں، یہ اللہ کے فعلی صفات ہیں جنہیں اللہ کے لئے اس کے جلال وعظمت کے شایانِ شان ثابت کیا جائے گا' اللہ کے ان فعلی صفات سے اُس کے لئے نام مشتق کرنا (نکالنا) یعنی ''الماکر'' اور ''الکائد'' وغیرہ کہنا جائز نہیں ہے' کیونکہ یہ چیز کتاب وسنت میں وارد نہیں ہے' بلکہ ہم اسی پر اکتفا کریں گے جتنا ثابت ہے' اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ''خیر الماکرین'' ہے اور وہ اپنے دشمنوں یعنی کافروں کے لئے خفیہ تدبیر کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو 'مکر وکید' سے بدلہ اور مقابلہ کے طور پر متصف کیا ہے' جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وجزاء سيئةٍ سيئة مثلها﴾۔(۱)

بُرائی کا بدلہ اسی کے مثل برائی ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اصل پر محمول ہے' یعنی جو شخص مکر وکید کا مستحق ہو سزا کے طور پر اُس کے ساتھ مکر وکید (خفیہ تدبیر) کرنا، اور اللہ نے اپنی ذات پاک کے لئے کچھ ایسے افعال ثابت کئے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنی

---

(۱) سورۃ الشوریٰ:۴۰۔

ذات کو موسوم نہیں کیا ہے' جیسے ''أراد، شاء، أحدث'' کہ اللہ نے اپنا نام ''المرید، الشائي، المحدث'' وغیرہ نہیں رکھا ہے' اسی طرح اللہ نے اپنا نام 'الصانع، الفاعل، المتقن' بھی نہیں رکھا ہے جبکہ اللہ نے اپنے لئے اِن کے افعال ثابت کئے ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ کہ افعال کا باب اسماء کے باب سے وسیع اور کشادہ ہے' لیکن اللہ نے اپنی ذات کے لئے جتنا ثابت کیا اتنا ہم بھی ثابت کریں گے' جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿فعال لما یرید﴾۔(۱)

اللہ جو چاہے کرنے والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿صنع الله التي أتقن كل شيء﴾۔(۲)

یہ اس اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط اور پائیدار بنایا ہے۔

---

(۱) سورۃ البروج:۱۶۔

(۲) سورۃ النمل:۸۸۔

31. عفو، 32. مغفرت، 33. عزت، 34. قدرت۔

ارشاد باری ہے:

﴿إن تبدوا خيراً أو تخفوه أو تعفوا عن سوءٍ فإن الله كان عفواً قديراً﴾۔[1]

اگر تم کسی نیکی کو علانیہ کرو یا پوشیدہ، یا کسی برائی سے درگزر کرو، تو اللہ تعالیٰ خوب معاف کرنے والا، بڑی قدرت والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين﴾۔[2]

عزت تو اللہ، اس کے رسول اور مومنوں ہی کے لئے ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ألا تحبون أن يغفر الله لكم والله غفور رحيم﴾۔[3]

---

(۱) سورۃ النساء:۱۴۹۔

(۲) سورۃ المنافقون:۸۔

(۳) سورۃ النور:۲۲۔

کیا تمہیں پسند نہیں کہ اللہ تمہیں بخش دے، اور اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنے لئے معافی، مغفرت، عزت اور قدرت کے صفات ثابت فرمائے ہیں، لہٰذا ہم بھی اللہ کے لئے ان صفات کو اس کے شایان شان ثابت کرتے ہیں، وہ کسی بھی چیز میں اپنی مخلوق کے مشابہ نہیں۔[1]

35. استواء، 36. علو۔

ارشاد باری ہے:

﴿الرحمن على العرش استوى﴾۔[2]

رحمٰن اپنے عرش پر مستوی (بلند) ہوا۔

اللہ عزوجل نے اس صفت کو اپنی کتاب میں سات مقامات پر ذکر کیا ہے،

---

(۱) الروضۃ الندیۃ، ص ۱۱۵، والکواشف الجلیۃ، ص ۲۶۷، مختصر الصواعق المرسلۃ علی الجہمیۃ والمعطلۃ، از ابن القیم ۲/۳۱-۳۵۔

(۲) سورۃ طٰہٰ:۵۔

لہٰذا ہم بھی اللہ کے لئے اسے ثابت کرتے ہیں' اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حقیقت میں اپنے عرش پر بلند ہوا جو اس کے شایان شان ہے' چنانچہ 'استواء' معلوم ہے' کیفیت مجہول ہے' اس پر ایمان رکھنا واجب ہے اور اس کی کیفیت کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے' اہل سنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے۔[۱]

نیز ارشاد ہے:

﴿إليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه﴾۔[۲]

پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عمل اسے بلند کرتا ہے۔

''علو' یعنی بلندی اللہ کی ذاتی صفت ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ مطلق بلندی سے متصف ہے' جس میں ذات کی بلندی' قدر کی بلندی اور قہر وغلبہ کی بلندی شامل ہے۔[۳]

---

(۱) فتاویٰ ابن تیمیہ ۱۴۴/۵۔

(۲) سورۃ فاطر: ۱۰۔

(۳) الروضۃ الندیۃ، ص ۱۳۱۔

حدیث میں ہے:

"والعرش فوق الماء، والله فوق العرش، وهو يعلم ما أنتم عليه".[۱]

عرش پانی کے اوپر ہے اور اللہ عزوجل عرش کے اوپر ہے' اور وہ تمہارے تمام اعمال کو جانتا ہے۔

37. معیت (ساتھ)۔

ارشاد باری ہے:

﴿هو الذى خلق السماوات والأرض في ستة أيام ثم استوى على العرش يعلم ما يلج في الأرض وما يخرج منها وما ينزل من السماء وما يعرج فيها وهو معكم أينما كنتم والله بما تعملون بصير﴾۔[۲]

وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر

---

(۱) سنن ابوداود مع عون المعبود ۱۴/۱۳، اور شیخ البانی نے اسے مختصر العلو للعلی الغفار ص (۱۰۳) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) سورۃ الحدید: ۴۔

مستوی ہوگیا' وہ خوب جانتا ہے اس چیز کو جو زمین میں جائے اور جو اس سے نکلے' اور جو آسمان سے نیچے آئے اور جو کچھ چڑھ کر اس میں جائے' اور جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے' اور جو تم کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إن الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون﴾۔[1]

بیشک اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں اور نیک کاروں کے ساتھ ہے۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنی ذات کے لئے صفت معیت (ساتھ) ثابت کیا ہے' اور اس معیت کی دو قسمیں ہیں:

۱- معیت عامہ: یعنی تمام مخلوقات کے لئے اللہ کی معیت' جو اللہ کے علم' احاطہ اور اطلاع کا متقاضی ہے، اس کی دلیل سورۂ حدید کی مذکورہ آیت کریمہ ہے۔

۲- معیت خاصہ: یعنی مومنوں اور متقیوں کے لئے اللہ کی خاص

(۱) سورۃ النحل: ۱۲۸۔

معیت، جو ان کے لئے اللہ کی حفاظت' نگرانی اور نصرت وتائید کی متقاضی ہے۔ معیت عامہ اللہ عزوجل کے ذاتی صفات میں سے ہے' جبکہ معیت خاصہ اللہ کی فعلی صفات میں سے ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"إن أحدكم إذا قام في صلاته فإنه يناجي ربه أو إن ربه بينه وبين القبلة فلا يبزقن أحدكم قبل وجهه ولكن عن يساره أو تحت قدميه" و في رواية: "أو تحت قدمه اليسرى"۔[1]

جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے' یا اُس کا رب اُس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے' لہٰذا کوئی شخص اپنے سامنے کی جانب نہ تھوکے' بلکہ اپنے بائیں جانب یا اپنے پیروں تلے تھوکے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے: یا اپنے بائیں پیر کے نیچے تھوکے۔

نیز ارشاد ہے:

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱/۵۰۹ و ۳/۸۴ و صحیح مسلم ۴/۲۳۰۳۔

”والـذي تـدعـونـه أقـرب إلـى أحـدكـم مـن عنق راحلة أحدكم“۔[۱]

جسے تم پکار رہے ہو وہ تمہاری سواری کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے۔

38. کلام (گفتگو)۔

ارشاد باری ہے:

﴿وکلم اللّٰہُ موسیٰ تکلیماً﴾۔[۲]

اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو فرمائی۔

یہ آیت کریمہ اور مولف رحمہ اللہ کی ذکر کردہ دیگر بکثرت آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے جلال وعظمت کے شایان شان حقیقت میں کلام کرتا ہے' اور اللہ عزوجل جب' جس طرح اور جو چاہتا ہے

---

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۱/۵۰۰ و صحیح مسلم (بلفظہ) ۴/۲۰۷۷ نیز دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ ۵/۱۰۳۔

(۲) سورۃ النساء: ۱۶۴۔

گفتگو فرماتا ہے' چنانچہ اللہ نے قرآن کریم اور دیگر انبیاء کرام پر نازل کردہ کتابوں کے ذریعہ گفتگو فرمائی۔ اور قرآن کریم اللہ کا کلامِ منزل ہے' مخلوق نہیں' اللہ ہی کی جانب سے شروع ہوا اور اسی کی طرف پلٹ کر جائے گا' لوگوں کے اسے پڑھنے' تلاوت کرنے یا مصاحف میں لکھنے سے وہ کلامِ الٰہی ہونے سے خارج نہیں ہوتا' کیونکہ کلام کی نسبت درحقیقت اس ذات کی طرف ہوتی ہے جو سب سے پہلے اسے بولے (آغاز کرے)' نہ کہ اُس کی طرف جو بعد میں اسے نقل کرے یا پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لفظ کے ذریعہ قرآن کریم کے حروف ومعانی کے ساتھ کلام فرمایا ہے' اُس کی کوئی چیز اللہ کے علاوہ کی جانب سے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کلام کرنے والا ہے' اس کے کلام کی نوعیت قدیم ہے اور افراد نئے ہیں' اللہ عزوجل ازل سے حرف و آواز کے ساتھ کلام کرنے والا ہے' وہ اپنے کلام کی آواز اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے سناتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مومنوں سے بات کرے گا اور وہ اُس سے ہم کلام ہوں گے۔ اللہ کا کلام اُس کی ذات پاک سے متصل ہے (یعنی مستقل ہے)، یہ اللہ کی ذاتی وفعلی صفت ہے' چنانچہ اللہ

ازل سے گفتگو کرنے والا ہے اور اپنی جلال وعظمت کے شایان شان جب چاہتا ہے کلام کرتا ہے۔ [۱]

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”ما منكم من أحدٍ إلا وسيكلمه، ربه ليس بينه وبينه ترجمان“۔ [۲]

تم میں سے ہر شخص سے اس کا رب ضرور بات کرے گا اس طرح کہ اُس کے اور اُس کے رب کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا۔

نیز ارشاد ہے:

يقول الله تعالى: ”يا آدم فيقول: لبيك وسعديك والخير في يديك، قال: يقول: أخرج بعث النار، قال: وما بعث النار؟ قال: من كل ألف تسعمائة وتسعة وتسعين! قال: فذاك حين يشيب الصغير ﴿وتضع كل ذات حمل حملها

(۱) الروضۃ الندیۃ، ص۱۴۶، والاجوبۃ الاصولیۃ، ص۹۳، وشرح الواسطیۃ از ہراس، ص۹۶۔
(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۱/ ۳۷۷، وصحیح مسلم ۱/ ۲۰۱۔

وترى الناس سكارى وما هم بسكارى ولكن عذاب الله شديد﴾...الحديث“۔ [۱]

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے آدم! وہ کہیں گے: حاضر ہوں، اطاعت کے لئے حاضر ہوں، تمام بھلائیاں تیرے دونوں ہاتھوں میں ہیں، فرماتے ہیں کہ اللہ فرمائے گا: جہنم کی ٹولی کو علیحدہ کردو، آدم علیہ السلام عرض کریں گے: جہنم کی ٹولی کیا ہے؟ اللہ ارشاد فرمائے گا: ہر ایک ہزار میں سے نوسوننانوے لوگوں کو الگ کردو! نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: یہ وہ ہولناک وقت ہوگا جب بچہ بوڑھا ہوجائے گا اور ”حاملہ عورتوں کا حمل گر جائے گا، اور آپ کو محسوس ہوگا کہ لوگ نشہ میں ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے، بلکہ اللہ کا عذاب ہی بہت سخت ہوگا“...۔

39. قیامت کے روز مومنوں کے لئے دیدار الٰہی۔

ارشاد باری ہے:

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۱/ ۳۷۷، وصحیح مسلم ۱/ ۲۰۱۔

﴿وجوه يومئذ ناضرة إلى ربها ناظرة﴾۔ [1]

اس دن کچھ چہرے تر وتازہ ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

مولف رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت چند آیات ذکر فرمائی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قیامت کے روز مومنین اپنی آنکھوں سے براہ راست (اللہ کے شایان شان) اپنے رب کا دیدار کریں گے، اس میں کسی بھی طرح اللہ کی مخلوق سے مشابہت نہیں ہے، اور یہ چیز سنت رسول میں بھی ثابت ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"إذا دخل أهل الجنة الجنة، قال: يقول الله تبارك وتعالىٰ: تريدون شيئاً أزيدكم؟ فيقولون: ألم تبيض وجوهنا، ألم تدخلنا الجنة وتنجنا من النار؟ قال: فيكشف الحجاب فما أعطوا شيئاً أحب إليهم من النظر إلى ربهم عزوجل"۔ [2]

---

(۱) سورۃ القیامۃ:۲۲،۲۳۔
(۲) صحیح مسلم۱/۱۶۳۔

جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: کیا تمہیں مزید کسی چیز کی خواہش ہے؟ جنتی کہیں گے: اے اللہ! کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہ کیا، کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہ کیا اور جہنم سے نجات نہ دی (اب کس چیز کی خواہش باقی ہے)؟ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ اپنے رخ کریم سے حجاب اٹھائے گا، چنانچہ جنتیوں کے لئے اپنے رب عزوجل کے دیدار سے زیادہ محبوب کوئی اور نعمت نہ ہوگی۔ اور پھر نبی کریم ﷺ نے یہ اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

﴿للذين أحسنوا الحسنى وزيادة﴾۔ [1]

نیک کاروں کے لئے نیک انجام اور مزید (دیدار الٰہی کی نعمت) ہے۔

قیامت کے روز مومنوں کے اپنے رب کے دیدار کے ثبوت پر انبیاء ورسل، تمام صحابۂ کرام، تابعین اور ہر زمانہ کے علماء وائمہ کا اتفاق ہے، اس باب میں حق کی مخالفت کرنے والے فرقۂ جہمیہ، معتزلہ اوران کے متبعین ہیں،

---

(۱) سورۃ یونس:۲۶۔

اوران کی بات کتاب وسنت کی روشنی میں باطل اورمردود ہے۔[1]

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"إنكم سترون ربكم كما ترون هذا القمر لا تضامون في رؤيته، فإن استطعتم أن لا تغلبوا على صلاةٍ قبل طلوع الشمس وصلاةٍ قبل غروب الشمس فافعلوا"۔[2]

تم (قیامت کے دن) اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو تمہیں اس کے دیکھنے میں کوئی پریشانی نہیں ہورہی ہے، لہٰذا اگر تم سے ہوسکے کہ تم طلوع آفتاب سے پہلے (ایک) نماز اور غروب آفتاب سے پہلے (ایک) نماز سے مغلوب نہ کئے جاؤ تو ایسا ضرور کرو۔

40. اللہ تعالیٰ کا آسمان دنیا پر نزول۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

---

(۱) الکواشف الجلیۃ، ص۴۰۱۔

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری، ۱۳/ ۴۱۹ وصحیح مسلم ۱/ ۴۳۹۔

"ينزل ربنا تبارك وتعالىٰ كل ليلةٍ إلى السماء الدنيا، حين يبقى ثلث الليل الآخر فيقول: من يدعوني فأستجيب له، من يسألني فأعطيه، من يستغفرني فأغفر له"۔[1]

ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات اس وقت آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہتا ہے، اور فرماتا ہے: کون ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کرلوں، کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اسے عطا کردوں، اور کون ہے جو مجھ سے بخشش مانگے تو میں اسے بخش دوں۔

یہ متفق علیہ حدیث اس بات کی صحیح اور صریح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شب جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر اترتا ہے، اور اللہ کا یہ اترنا اُس کی جلال وعظمت کے شایان شان ہے، نزول اللہ کے فعلی صفات میں سے ہے، اللہ جب جس طرح چاہتا ہے نزول فرماتا ہے، نزول (اترنے) کی صفت معلوم ہے، اس کی کیفیت مجہول ہے، اس پر

---

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری ۳/ ۲۹ وصحیح مسلم ۱/ ۵۲۱۔

ایمان رکھنا واجب ہے اور اس کی کیفیت کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے، اسی طرح قیامت کے روز بھی جیسا کہ کتاب وسنت میں ثابت ہے، اور اللہ کا اترنا اُس طرح نہیں ہے جس طرح بنی آدم کے اجسام چھت سے زمین پر اترتے ہیں کہ ان کے اجسام نیچے اترتے ہیں اور چھت اُن کے اوپر ہوجاتی ہے' بلکہ اللہ عزوجل اس سے منزہ اور پاک ہے۔[۱]

41. فرحت وخوشی۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"اللـه أفرح بتوبة عبده من أحدكم سقط على بعيره وقد أضله في أرض فلاة"۔[۲]

تم میں سے کوئی شخص اپنے اونٹ کو کسی چٹیل میدان (صحرا) میں کھونے کے بعد اچانک اُسے پاکر جتنا خوش ہوتا ہے اللہ تعالیٰ

---

(۱) شرح حدیث النزول از امام ابن تیمیہ، ص۳۳ والروضۃ الندیۃ، ص۱۷۲۔

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۱/۱۰۲ وصحیح مسلم ۴/۲۱۰۴، نیز دیکھئے: الکواشف الجلیۃ ص۴۵۷، والروضۃ الندیۃ، ص۱۷۵، مذکورہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔

اپنے بندے کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

یہ اللہ کے فعلی صفات میں سے ایک صفت ہے جو اللہ عزوجل کے شایان شان ہے۔

42. ضحک (ہنسی)۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"يـضـحـك الـلـه إلـى رجلين يقتل أحدهما الآخر كلاهما يـدخل الجنة" فقالوا: كيف يا رسول الله؟ قال: يقاتل هذا فـي سبيـل الله عزوجل فيستشهد ثم يتوب الله على القاتل فيسلم فيقاتل في سبيل الله عزوجل فيستشهد"۔[۱]

اللہ عزوجل ان دو آدمیوں پر ہنستا ہے جن میں سے ایک شخص دوسرے کو قتل کردیتا ہے پھر دونوں جنت میں داخل ہوجاتے ہیں! صحابۂ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ کیسے؟ فرمایا: یہ شخص اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور شہید ہوجاتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ

---

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری ۶/۳۹ وصحیح مسلم ۳/۱۵۰۴۔

قاتل کو توبہ کی توفیق دیتا ہے‘ چنانچہ وہ مسلمان ہو جاتا ہے اور اللہ کی راہ میں لڑ کر شہید ہو جاتا ہے (اس طرح دونوں شہید ہو کر جنت میں داخل ہو جاتے ہیں)۔

اس حدیث میں اللہ کے جلال وعظمت کے شایان شان اس کے لئے ہنسنے کی صفت کا نہایت واضح اور صحیح ثبوت ہے‘ یہ اللہ عزوجل کے فعلی صفات میں سے ایک صفت ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے مطابق جب اور جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے۔[1]

43. تعجب۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"لقد عجب الله عزوجل أو ضحك من فلانٍ وفلانةٍ فأنزل الله عزوجل:

﴿ويؤثرون على أنفسهم ولو كان بهم خصاصة﴾۔[2]

---

(۱) دیکھئے: الروضة الندیة، ص ۱۷۵، والکواشف الجلیة، ص ۴۵۷۔

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری ۸/ ۶۳۱، اور آیت کریمہ سورۃ الحشر: ۹۔

یقیناً اللہ عزوجل نے فلاں فلاں مرد وعورت پر تعجب کیا یا ہنسا‘ تو اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿ويؤثرون على أنفسهم ولو كان بهم خصاصة﴾۔

یہ (انصار) اپنی ذات پر انہیں (مہاجرین کو) ترجیح دیتے ہیں گرچہ خود انہیں سخت حاجت ہی کیوں نہ ہو۔

اس صحیح حدیث میں اللہ کے لئے صفت تعجب کا ثبوت ہے‘ یہ اللہ کے فعلی صفات میں سے ہے‘ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے مطابق جب اور جس طرح چاہتا ہے اپنی جلال وعظمت کے شایان شان تعجب فرماتا ہے:

﴿ليس كمثله شيء وهو السميع البصير﴾۔[1]

اس (اللہ) کے مثل کوئی چیز نہیں‘ اور وہ سننے دیکھنے والا ہے۔

44. قدم۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"لا تزال جهنم يلقى فيها وهي تقول: ﴿هل من مزيد﴾

---

(۱) سورۃ الشوریٰ: ۱۱۔

حتى يضع رب العزة فيها قدمه – وفي رواية: عليها قدمه – فينزوي بعضها إلى بعض فتقول قط قط“۔ [1]

لوگ جہنم میں ڈالے جاتے رہیں گے اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور بھی ہے؟ یہاں تک کہ اللہ رب العزت جہنم میں اپنا پیر رکھ دیگا - ایک دوسری روایت ہیں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ جہنم پر اپنا پیر رکھ دے گا'' - جس سے اس کے تمام گوشے سمٹ جائیں گے اور وہ پکار اٹھے گی: ''بس بس''۔

اس حدیث میں اللہ کے لئے صفت قدم کا ثبوت ہے' جو اس کے جلال وعظمت کے شایان شان ہے' جیسا کہ یہ بات گزر چکی ہے۔ [2]

---

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۳/ ۳۶۸ وصحیح مسلم ۴/ ۲۱۸۷۔

(۲) دیکھئے: مختصر الاجوبۃ الاصولیۃ، ص ۱۰۳۔

صفات الٰہی کی دو قسمیں ہیں: ذاتی وفعلی

پہلی قسم: ذاتی صفات۔

یہ وہ صفات ہیں جو اللہ عزوجل سے کبھی جدا نہیں ہوتیں' چنانچہ اللہ تعالیٰ ازل سے ان صفات سے متصف ہے اور ہمیشہ ہمیش متصف رہے گا، جیسے: علم' حیات' قدرت' سماعت' بصارت' رخ کریم' دو ہاتھ' دو آنکھیں' پیر' بادشاہت' عظمت' کبریائی' عزت' بلندی' انگلی' قدم' مالداری' رحمت اور کلام۔

دوسری قسم: فعلی صفات۔

یہ اللہ عزوجل کے وہ صفات ہیں جو اُس کی مشیت اور قدرت سے متعلق ہیں، جیسے: استواء' نزول' آنا' ہنسی' رضامندی' تعجب' ناراضگی' آمد' زندہ کرنا' موت دینا' خوشی' غضب' کراہت اور محبت وغیرہ، ان صفات کے بارے

میں کہا جاتا ہے کہ ان کی نوعیت قدیم ہے لیکن افراد نئے ہیں' اللہ کے یہ صفات اور اس قسم کے دیگر صفات اُس کی چاہت وارادہ سے متعلق ہیں کہ اگر چاہے تو کرے اور نہ چاہے تو نہ کرے۔(۱)

صفات الٰہی کبھی دو اعتباروں سے ذاتی وفعلی دونوں ہوتے ہیں

جیسے صفت ''کلام'' کہ اصل کے اعتبار سے وہ اللہ کی ذاتی صفت ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ازل سے کلام کرنے والا ہے اور ہمیشہ ہمیش صفت کلام سے متصف رہے گا، اور افرادِ کلام کے اعتبار سے اللہ کی فعلی صفت ہے' کیونکہ کلام اللہ کی مشیت وارادہ سے متعلق ہے' وہ جب اور جس طرح چاہتا ہے کلام فرماتا ہے' جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿إنما أمره إذا أراد شيئاً أن يقول له كن فيكون﴾۔(۲)

وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے' اسے اتنا فرمادینا (کافی ہے) کہ 'ہوجا' وہ اسی وقت ہوجاتی ہے۔

(۱) دیکھئے: مختصر الاجوبۃ الاصولیۃ، ص۳۰۔
(۲) سورۃ یٰس: ۸۲۔

اور اللہ کی مشیت سے متعلق اُس کی ہر صفت اُس کی حکمت کے تابع ہے' اب وہ حکمت کبھی ہمیں معلوم ہوتی ہے اور کبھی ہم اس کے ادراک کے عاجز ہوتے ہیں' لیکن اتنا ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جو چیز بھی چاہتا ہے وہ اس کی حکمت کے مطابق ہوتی ہے جیسا کہ اللہ کے ارشاد سے اس بات کا پتہ چلتا ہے:

﴿وما تشاءون إلا أن يشاء الله إن الله كان عليماً حكيماً﴾۔(۱)

تم نہیں چاہ سکتے یہاں تک کہ اللہ چاہے' بیشک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔

(۱) سورۃ الدہر: ۳۰، نیز دیکھئے: القواعد المثلیٰ فی صفات اللہ واسماءہ الحسنیٰ، از علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ، ص۲۴۔

1. صفات الٰہی کے باب میں گمراہ فرقوں کے مابین اہل سنت کی وسطیت

امت مسلمہ دیگر ادیان وملل کے مابین متوسط اور معتدل امت ہے' جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿وکذلک جعلناکم أمةً وسطاً﴾۔ (1)

اسی طرح ہم نے تمہیں متوسط ومعتدل امت بنایا ہے۔

اور اہل سنت وجماعت اسلام کی طرف منسوب دیگر فرقوں کے مابین وسط ہیں، چنانچہ وہ فرقۂ جہمیہ (اہل تعطیل) اور اہل تمثیل کے مابین وسط ہیں' کیونکہ جہمیہ اللہ کے اسماء حسنیٰ اور صفات عالیہ کی نفی کرتے ہیں' اور صفات الٰہی کے انکار کے سبب انہیں اہل تعطیل کہا جاتا ہے' اور ان کے برخلاف اہل تمثیل ہیں جو اللہ کے صفات کو تو ثابت کرتے ہیں لیکن انہیں مخلوق کے

(۱) سورۃ البقرۃ:۱۴۳۔

صفات کے مثل قرار دیتے ہیں' چنانچہ کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ مخلوق کے ہاتھ کی طرح ہے' اللہ کا سننا مخلوق کے سننے کے مثل ہے (نعوذ باللہ)' اللہ ظالموں کے قول سے بہت بلند وبالا اور برتر ہے۔ رہے اہل سنت وجماعت تو وہ تشبیہ وتمثیل کے بغیر اللہ کے صفات کو ثابت کرتے ہیں' اور نفی وانکار کے بغیر اللہ کو اس کے مخلوق کی مشابہت سے منزہ قرار دیتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے مذکورہ دونوں فرقوں کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿لیس کمثله شيء وهو السمیع البصیر﴾۔

اس (اللہ) کے مثل کوئی چیز نہیں' اور وہ سننے دیکھنے والا ہے۔

چنانچہ ﴿لیس کمثله شيء﴾ اللہ کے مثل کوئی چیز نہیں' سے ''مشبہہ'' کی ﴿وهو السمیع البصیر﴾ وہ سننے دیکھنے والا ہے' سے ''معطلہ'' کی تردید ہوتی ہے۔ (1)

(۱) الکواشف الجلیۃ، ص۴۹۴، وشرح الواسطیہ از ہراس، ص۱۲۶۔

2. افعال عباد کے باب میں جبریہ اور قدریہ کے مابین اہل سنت کی وسطیت

افعال عباد کے باب میں اہل سنت و جماعت جبریہ وقدریہ وغیرہ فرقوں کے مابین وسط ہیں۔ چنانچہ جبریہ جو (جہم بن صفوان کے پیروکار) جہمیہ ہیں' کہتے ہیں: کہ بندہ اپنے تمام افعال وحرکات پر مجبور ہے' اور بندہ کے تمام افعال ایسے ہی ہیں جیسے کپکپانے والے کی حرکت اور چلنے والی نبضوں اور رگوں کی حرکت (کہ اس میں بندہ کا کوئی اختیار نہیں) اور یہ تمام چیزیں اللہ کا فعل ہیں۔

اور قدریہ جو (معبد جہنی کے پیروکار اور ان کے موافقین) معتزلہ ہیں کہتے ہیں: کہ اللہ کی قدرت ومشیت کے بغیر بندہ خود ہی اپنے افعال کا خالق ہے' اس طرح انہوں نے اس بات کا انکار کیا کہ اللہ بندوں کے افعال کا خالق ہے' نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال اللہ کے ارادہ ومشیت سے خارج ہیں۔ اللہ نے اہل سنت و جماعت کو ان دونوں فرقوں کے مابین وسط ہونے

کی توفیق بخشی' چنانچہ انہوں نے کہا کہ: اللہ تعالیٰ ہی بندوں اور ان کے افعال کا خالق ہے' لیکن بندے حقیقت میں اسے انجام دینے والے ہیں' نیز انہیں اپنے اعمال پر قدرت حاصل ہے' اور اللہ تعالیٰ ان کا اور ان کی قدرتوں کا خالق ہے' ارشاد باری ہے:

﴿والله خلقكم وما تعلمون﴾۔[1]

اور اللہ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا ہے۔

نیز انہوں نے اللہ کی مشیت کی تابع بندوں کے لئے بھی چاہت واختیار ثابت کیا' جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿لمن شاء منكم أن يستقيم، وما تشاء ون إلا أن يشاء الله رب العالمين﴾۔[2]

اس کے لئے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے۔ اور تم بغیر رب دو جہاں کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔

---

(۱) سورۃ الصافات: ۹۶۔

(۲) سورۃ التکویر: ۲۸، ۲۹۔

3. وعید الٰہی کے باب میں مرجئہ اور وعیدیہ قدریہ کے مابین اہل سنت کی وسطیت

مرجئہ: ''ارجاء'' کی طرف منسوب ہے' جس کے معنی تاخیر کے ہیں' اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ انہوں نے عمل کو ایمان سے دور کر دیا' چنانچہ یہ کہتے ہیں کہ جس طرح کفر کے ہوتے ہوئے کوئی نیکی نفع نہیں دیتی اسی طرح ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا، اس طور پر ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں' نہ ہی ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے' نیز یہ کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مکمل ایمان والا ہے اسے کسی وعید سے دوچار نہیں ہونا پڑے گا۔ ان کا یہ عقیدہ کتاب وسنت سے باطل ہے۔

اور وعیدیہ وہ لوگ ہیں: جو اس بات کے قائل ہیں کہ جس طرح اطاعت گزار کو ثواب دینا اللہ پر واجب ہے اسی طرح عقلی طور پر گنہ گار کو عذاب دینا بھی اللہ پر واجب ہے' چنانچہ جو گناہ کبیرہ کا مرتکب توبہ کئے بغیر مرجائے وہ

ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا، یہ معتزلہ کے اصولوں میں سے ایک اصول ہے' اور خوارج کا بھی یہی عقیدہ ہے' چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا ہے''۔

ان کا یہ عقیدہ باطل اور کتاب وسنت کے خلاف ہے، ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ﴾۔ (۱)

یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز کو ہرگز نہیں معاف کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لئے چاہے بخش دے گا۔

رہے اہل سنت و جماعت تو وہ اللہ کی وعید کے باب میں ان دونوں فرقوں کے مابین وسط ہیں' چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ: گناہ کبیرہ کا مرتکب اپنے ایمان کے سبب مومن اور گناہ کبیرہ کے سبب فاسق ہے' یا ناقص الایمان مومن ہے' اور اگر توبہ کئے بغیر مرجائے تو اللہ کی مشیت تلے ہوگا' اگر اللہ چاہے تو اسے اپنے

---

(۱) سورۃ النساء: ۴۸۔

فضل ورحمت سے معاف کر کے اول وہلہ ہی میں جنت میں داخل کر دے، اور چاہے تو اپنے عدل سے اس کے گناہوں کے بقدر اسے جہنم میں عذاب دے، لیکن ہمیشہ ہمیش جہنم میں بہر حال نہیں رہے گا بلکہ گناہ ومعاصی سے پاکی اور صفائی ستھرائی کے بعد اُسے جہنم سے نکالا جائے گا اور سفارشی کی سفارش یا اللہ کے فضل ورحمت سے (اور سب اللہ ہی کا فضل ہے) اسے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ نیز اہل سنت وجماعت کہتے ہیں: کہ وعید (عذاب و عقاب) کی خلاف ورزی احسان وکرم ہے برخلاف وعدہ کی خلاف ورزی کے، کیونکہ وعید کی خلاف ورزی قابل مدح وستائش امر ہے، برخلاف وعدہ کی خلاف ورزی کے کہ وہ قابل مذمت ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وإني وإن أوعـــدته أو وعدته

لمخلف إيعادي ومنجز موعدي[1]

میں خواہ اسے دھمکی دوں یا خیر کا وعدہ کروں، اپنی دھمکی کی خلاف ورزی کروں گا اور خیر کے وعدہ کو پورا کروں گا۔

(۱) دیکھئے: الروضۃ الندیۃ، ص۲۵۲، والکواشف الجلیۃ، ص۵۰۱۔

4. اسماء دین وایمان کے باب میں حروریہ ومعتزلہ اور مرجئہ وجہمیہ کے مابین اہل سنت کی وسطیت

اسماء سے مراد یہاں دینی اسماء ہیں، جیسے: مومن، مسلم، کافر، فاسق۔ اور احکام سے مراد دنیا وآخرت میں اِن کے احکام ہیں۔

۱- حروریہ: خوارج کی ایک جماعت کا نام ہے، جو کوفہ سے قریب حروراء نامی ایک جگہ کی طرف منسوب ہیں، جہاں وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کے موقع پر اکٹھا ہوئے تھے۔

ان کا عقیدہ یہ ہے کہ مومن صرف اسے کہا جا سکتا ہے جو واجبات کی ادائیگی کرے اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے، نیز یہ کہتے ہیں کہ دین و ایمان قول، عمل اور عقیدہ کا نام ہے، لیکن ایمان میں کمی زیادتی نہیں ہوتی ہے، لہٰذا گناہ کبیرہ کا مرتکب دنیا میں کافر ہے اور اگر توبہ کئے مرجائے تو آخرت میں ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم رسید ہوگا...

۲- معتزلہ: یہ واصل بن عطاء اور عمرو بن عبید کے پیروکار ہیں' ان کا نام معتزلہ اس وقت پڑا جب یہ حسن بصری رحمہ اللہ کی مجلس سے الگ ہوگئے' اس کے علاوہ دیگر اسباب بھی ذکر کئے گئے ہیں۔ ان کا عقیدہ بھی وہی ہے کہ مومن صرف اسے کہا جا سکتا ہے جو واجبات کی ادائیگی کرے اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے، نیز یہ کہتے ہیں کہ دین وایمان قول' عمل اور عقیدہ کا نام ہے' لیکن ایمان میں کمی زیادتی نہیں ہوتی ہے' لہٰذا گناہ کبیرہ کے مرتکب کا دنیوی حکم یہ ہے کہ وہ دو منزلوں کے درمیانی منزلہ میں داخل ہوگیا' یعنی ایمان سے خارج ہوگیا لیکن کفر میں داخل نہیں ہوا' اور آخرت میں اس کا حکم یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم رسید ہوگا۔

چنانچہ مرتکب کبیرہ کی بابت خوارج اور معتزلہ کے مابین دو جگہوں پر اختلاف ہے اور دو جگہوں پر اتفاق ہے۔

☆اتفاق کی جگہ:

الف: مرتکب کبیرہ سے ایمان کی نفی۔

ب: کافروں کے ساتھ ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم۔

☆اختلاف کی جگہ:

الف: خوارج نے مرتکب کبیرہ کو کافر قرار دیا' جبکہ معتزلہ نے کہا کہ وہ دو منزلوں کے درمیانی منزلہ میں ہوگا۔

ب: خوارج نے اس کی جان ومال کو حلال قرار دیا' جبکہ معتزلہ نے ایسا نہیں کیا۔

۳- مرجئہ کا عقیدہ ہے کہ: جس طرح کفر کے ہوتے ہوئے کوئی نیکی نفع نہیں دیتی اسی طرح ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا' کیونکہ ان کا کہنا یہ ہے کہ ایمان محض دل کی تصدیق کا نام ہے، اس بنا پر گناہ کبیرہ کا مرتکب ان کے نزدیک مکمل ایمان والا ہے اور جہنم میں داخل ہونے کا مستحق نہیں ہے' اور اُن کے اس عقیدہ کی بنیاد پر ایک نہایت فاسق وفاجر کا ایمان اور ایک سچے پکے مومن کا ایمان برابر ہے۔

۴- جہمیہ: اِن کا بھی یہی عقیدہ ہے، چنانچہ جہم نے تعطیل' جبر (یعنی بندہ مجبور محض اور بے اختیار ہے) اور ارجاء کی بدعت ایجاد کی جیسا کہ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے، اور ان تمام لوگوں کے نزدیک گناہ کبیرہ کا

مرتکب مکمل ایمان والا ہے' دخول جہنم کا مستحق نہیں۔

۵- اہل سنت و جماعت: رہے اہل سنت و جماعت تو اللہ نے انہیں حق کی توفیق عطا فرمائی' چنانچہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان زبان کے اقرار' اعضاء و جوارح سے عملی تطبیق اور دل کی تصدیق کا نام ہے جس میں نیکی و اطاعت سے اضافہ ہوتا ہے اور گناہ و معصیت سے کمی واقع ہوتی ہے۔ چنانچہ مرتکب کبیرہ ان کے نزدیک ناقص الایمان مومن ہے' اس کے ایمان میں اس کے گناہ و معصیت کے بقدر کمی واقع ہوئی ہے' اہل سنت و جماعت خوارج و معتزلہ کے طرح نہ تو سرے سے اُس سے ایمان کی نفی نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی مرجئہ اور جہمیہ کی طرح اُسے کامل الایمان قرار دیتے ہیں۔

رہا آخرت میں مرتکب کبیرہ کا حکم تو اہل سنت و جماعت اسے اللہ کی مشیت تلے قرار دیتے ہیں کہ اگر اللہ چاہے تو اسے اپنے فضل و رحمت سے اول وہلہ ہی میں جنت میں داخل کردے' اور چاہے تو اپنے عدل سے اس کے گناہوں کے بقدر اسے جہنم میں عذاب دے، پھر گناہ و معاصی سے پاکی اور صفائی ستھرائی کے بعد اُسے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کردے۔

یہ تمام باتیں اس صورت میں ہیں جب وہ شخص نواقض اسلام میں سے کسی ناقض کا مرتکب نہ ہو یا اللہ کے کسی حرام کردہ امر کو حلال یا حلال کردہ امر کو حرام نہ سمجھے۔

اور مومن کے ہمیشہ ہمیش جہنم میں نہ رہنے کا اہل سنت کا فیصلہ بھی خوارج و معتزلہ اور مرجئہ و جہمیہ کے مابین توسط اور اعتدال پر مبنی ہے' کیونکہ خوارج و معتزلہ اُس کے ہمیشہ ہمیش کے لئے دخول جہنم کے قائل ہیں اور مرجئہ و جہمیہ کا کہنا یہ ہے کہ گناہ و معصیت پر وہ سرے سے سزا کا مستحق ہی نہیں۔[1]

---

(۱) دیکھئے: الروضۃ الندیۃ شرح الواسطیۃ، ص۲۵۳ و الکواشف الجلیۃ، ص۵۰۲، وشرح الواسطیہ از ہراس، ص۱۳۱، والتعلیقات المفیدۃ علی الواسطیۃ، ص۴۹۔

5. صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی بابت روافض، خوارج اور نواصب کے مابین اہل سنت کی وسطیت

'رافضہ' (یا روافض) شیعوں کا وہ گروہ ہے جس نے علی اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے بارے میں غلو کیا اور جمہور صحابہ کرام جیسے خلفاء ثلاثہ (ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم) سے عداوت و دشمنی قائم کی، نیز انہیں اور اُن سے محبت رکھنے والوں کو کافر قرار دیا، اسی طرح علی رضی اللہ عنہ سے قتال کرنے والوں کو بھی کافر قرار دیا، اور کہا کہ علی رضی اللہ عنہ امام معصوم ہیں۔

انہیں 'رافضہ' اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب انہوں نے زید بن علی بن الحسین رضی اللہ عنہم سے کہا کہ وہ شیخین یعنی ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے براءت کا اظہار کریں تو انہوں نے کہا: "معاذ الله! وزيرا جدي" اللہ کی پناہ یہ دونوں تو میرے دادا کے وزیر ہیں! تو انہوں نے زید کا (رفض) انکار کر دیا، اور اسی وجہ سے رافضہ کہلائے۔

اور 'زیدیہ' نے کہا کہ ہم ان دونوں (ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما) سے محبت کرتے ہیں اور اُن سے براءت کرنے والوں سے براءت کرتے ہیں، اور زید رحمہ اللہ کی پیروی کی اس لئے زیدیہ کہلائے۔

اور رافضہ کے بالمقابل خوارج ہیں جنہوں نے علی، معاویہ رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھی دیگر صحابہ کرم کو کافر قرار دیا، ان سے قتال کیا اور ان کے جان و مال وحلال کو سمجھا۔

اور 'نواصب' وہ لوگ ہیں جنہوں نے اہل بیت رسول ﷺ سے عداوت قائم کی اور ان کے بارے میں طعن و تشنیع کرتے ہیں۔

رہے اہل سنت و جماعت تو اللہ نے انہیں حق کی توفیق بخشی، چنانچہ نہ تو انہوں نے علی اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے بارے میں غلو کیا، نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم سے عداوت و دشمنی قائم کی، اور نہ ان کی تکفیر کی، اور نہ ہی نواصب کی طرح اہل بیت رسول ﷺ سے دشمنی کا اظہار کیا، بلکہ صحابہ کے بارے میں اہل سنت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ تمام صحابہ کرام کے مقام و مرتبہ اور ان کے فضل کا اعتراف کرتے ہیں، اُن سے محبت کرتے ہیں اور فضیلت و

افضلیت میں انہیں اس طرح ترتیب دیتے ہیں: ابوبکر صدیق، پھر عمر فاروق، پھر عثمان غنی، پھر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم، اور اُن کے درمیان جو بھی چیزیں پیش آئیں یا واقع ہوئیں اُن میں پڑنے سے گریز کرتے ہیں اور تمام صحابہ کے لئے دعا رحمت کرتے ہیں، اس طرح اہل سنت روافض کی غلو پسندی اور خوارج کی جفا کاری کے مابین وسط اور معتدل ہیں۔[1]

(۱) دیکھئے: الکواشف الجلیۃ، ص۵۰۵۔

یوم آخرت

یوم آخرت پر ایمان لانا، ایمان کے چھ ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ یوم آخرت پر ایمان کا ذکر اجمالی طور پر ہو چکا ہے، یہاں مولف رحمہ اللہ اس عظیم دن کے بارے میں بعض تفصیلات کا ذکر کرنا چاہتے ہیں، مولف رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں جو باتیں ذکر کی ہیں اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱- فتنۂ قبر پر ایمان:

اس بات پر ایمان رکھنا واجب ہے کہ مرنے کے بعد لوگ اپنی قبروں میں آزمائش سے دوچار ہوتے ہیں، اور اس آزمائش کو ''فتنۂ قبر'' کہا جاتا ہے، نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ لوگ اپنی قبروں میں آزمائے جاتے ہیں، چنانچہ انسان سے سوال کیا جاتا ہے:

"من ربك؟ وما دينك؟ ومن نبيك؟ فالمؤمن يقول: ربي الله وديني الإسلام ونبيي محمد ﷺ، والفاجر يقول: هاه

هـاه لا أدري، سـمعت الناس يقولون شيئاً فقلته، فيقال له: لا دريـت ولا تـليـت، فيـضـرب بمطرقة من حديد فيصيح صيـحةً يسـمـعهـا كـل شـيء إلا الإنسـان، ولو سمعها لصعق"۔ (۱)

تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ تمہارا نبی کون ہے؟ تو مومن جواب دیتا ہے: میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں۔ اور فاجر جواب میں کہتا ہے: ہائے ہائے میں نہیں جانتا، میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی وہی کہہ دیا! تو اس سے کہا جاتا ہے: نہ تو نے حق جانا اور نہ ہی کتاب اللہ کو پڑھا، پھر اسے لوہے کے ایک ہتھوڑے سے مارا جاتا ہے، جس سے وہ اس زور سے چیختا ہے کہ اس کی چیخ کو انسان کے سواہر چیز سنتی ہے، اگر انسان اس چیخ کو سن لے تو بیہوش ہو جائے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

(۱) دیکھئے: صحیح بخاری مع فتح الباری ۳/۲۳۲، وسنن ابوداود ۴/۲۳۸۔

﴿يثبـت الـلـه الـذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا وفي الآخرة ويضل الله الظالمين ويفعل الله ما يشاء﴾۔ (۱)

ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پکی بات کے ذریعہ ثابت قدم رکھتا ہے' دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی' اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتا ہے' اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔

۲- قبر میں عذاب ونعمت:

کتاب وسنت میں ثابت ہے کہ قبر کا عذاب ونعمت حق ہے اس پر ایمان رکھنا واجب ہے۔ یہ قبر کی آزمائش کے بعد کا مرحلہ ہے، کیونکہ آزمائش کے بعد یا تو عذاب ہوگا یا نعمت ملے گی۔ جو قبر میں ہونے والے سوالات کے جوابات دے لے گا وہ قبر وحشر میں نجات یافتہ اور سعادت مند ہوگا، اور جو جواب نہ دے سکے گا وہ کھلے خسارہ سے دوچار ہوگا، ہم اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت میں عافیت کے خواستگار ہیں۔ قبر کا عذاب روح پر ہوگا اور جسم اُسی کے تابع ہے، اور قیامت کے دن عذاب روح اور جسم دونوں پر ہوگا۔

(۱) سورۃ ابراہیم: ۲۷۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قبر کا عذاب ونعمت حق ہے، اس بات پر کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور اجماع امت سب دلالت کناں ہیں۔

۳- قیامت کبریٰ:

اس بات پر بھی ایمان رکھنا واجب ہے کہ دنیوی زندگی کی مدت ختم ہونے کے بعد جب اسرافیل علیہ السلام پہلا صور پھونکیں گے تو قیامت کبریٰ قائم ہوگی، پھر جب دوبارہ زندہ ہونے کے لئے دوسرا صور پھونکیں گے تو روحیں جسموں میں لوٹا دی جائیں گی اور لوگ اپنی اپنی قبروں سے نکل کر ننگے پیر، ننگے جسم اور غیر مختون حالت میں اللہ رب العالمین کے سامنے جا کھڑے ہوں گے۔ سب سے پہلے محمد ﷺ سے قبر پھٹے گی۔ اور اس روز سورج لوگوں سے قریب ہو جائے گا اور اپنے اپنے اعمال کے مطابق لوگ پسینہ میں شرابور ہوں گے۔

۴- میزان (ترازو):

قیامت کے دن ترازو قائم کئے جائیں گے، اور ان میں بندوں کے اعمال تولے جائیں گے، ارشاد باری ہے:

﴿فمن يعمل مثقال ذرة خيراً يره ومن يعمل مثقال ذرة شراً يره﴾۔[1]

جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿فمن ثقلت موازينه فأولئك هم المفلحون، ومن خفت موازينه فأولئك الذين خسروا أنفسهم في جهنم خالدون﴾۔[2]

جن کے ترازو کا پلڑا بھاری ہوگا وہ تو کامیاب ہونے والے ہوں گے۔ اور جن کے ترازو کا پلڑا ہلکا ہوگا وہ وہ لوگ ہوں گے جو خود اپنا نقصان اٹھا کر ہمیشہ کے لئے جہنم رسید ہوں گے۔

یہ حقیقی ترازو ہے، جس میں سوئی اور دو پلڑے ہیں۔

---

(۱) سورۃ الزلزلہ: ۷، ۸۔

(۲) سورۃ المؤمنون: ۱۰۲، ۱۰۳۔

۵- عمل کے دفاتر اور صحائف عمل کا اُڑنا:

قیامت کے روز اعمال کے دفاتر کھولے اور پھیلائے جائیں گے، کچھ لوگوں کو اپنا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا' انہیں ایسی ابدی سعادت نصیب ہوگی کہ اس کے بعد کبھی بدبختی سے دوچار نہ ہوں گے، ارشاد ہے:

﴿فأما من أوتي كتابه بيمينه فيقول هاؤم اقرء وا كتابيه، إني ظننت أني ملاق حسابيه، فهو في عيشة راضية، في جنة عالية، قطوفها دانية﴾۔[1]

تو جسے اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہنے لگے گا کہ لو میرا نامۂ اعمال پڑھو۔ مجھے تو کامل یقین تھا کہ مجھے اپنا حساب ملنا ہے۔ سو وہ ایک دل پسند زندگی میں ہوگا۔ بلند وبالا جنت میں۔ جس کے میوے جھکے پڑے ہوں گے۔

ہم اللہ سے دعا گوں ہیں کہ اپنے فضل ہمیں بھی ان سعادتمندوں میں شامل فرمائے۔

---

(۱) سورۃ الحاقۃ:۱۹-۲۳۔

اور کچھ لوگوں کو اپنا نامۂ اعمال پشت کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں ملے گا' تو ان کے لئے سراپا بدبختی ہوگی، ہم اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت میں عافیت کے خواستگار ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿وأما من أوتي كتابه بشماله فيقول يا ليتني لم أوت كتابيه، ولم أدر ما حسابيه، يا ليتها كانت القاضية، ما أغنى عني ماليه، هلك عني سلطانيه، خذوه فغلوه، ثم الجحيم صلوه﴾۔[1]

لیکن جسے اس کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا' وہ تو کہے گا کہ کاش مجھے میرا نامۂ اعمال نہ دیا جاتا۔ اور میں جانتا ہی نہ کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش کہ موت میرا کام ہی تمام کر دیتی۔ میرے مال نے بھی مجھے کچھ نفع نہ دیا۔ میری سلطانی (سرداری) بھی مجھ سے جاتی رہی۔ (حکم ہوگا) اسے پکڑ و اور طوق پہنا دو۔ پھر اسے دوزخ میں ڈال دو۔

ہم اللہ کے غضب وعذاب سے اس کی پناہ چاہتے ہیں۔

---

(۱) سورۃ الحاقۃ:۲۵-۳۳۔

٦- حساب وکتاب:

قیامت کے دن حساب وکتاب پر ایمان رکھنا واجب ہے‘ کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس کی خبر دی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے میدان محشر سے واپس ہونے سے پہلے انہیں ان کے اعمال بتلائے گا‘ اور ہر انسان اپنا عملِ نیک یا بد خود دیکھے گا، ارشاد باری ہے:

﴿یوم تجد كل نفسٍ ما عملت من خيرٍ محضراً وما عملت من سوءٍ تود لو أن بينها وبينه أمداً بعيداً﴾۔ (1)

جس دن ہر نفس (شخص) اپنی کی ہوئی نیکیوں کو اور اپنی کی ہوئی برائیوں کو موجود پالے گا‘ آرزو کرے گا کہ کاش! اس کے اور برائیوں کے درمیان بہت ہی دوری ہوتی۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ووجدوا ما عملوا حاضراً ولا يظلم ربك أحداً﴾۔ (2)

---

(۱) سورۃ آل عمران: ۳۰۔

(۲) سورۃ الکہف: ۴۹۔

اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

قیامت کے اس عظیم دن میں انسان سے چار سوالات کئے جائیں گے:

”عن عمره فيما أفناه، وعن شبابه فيما أبلاه، وعن ماله من أين اكتسبه وفيما أنفقه، وعن علمه فيما فعل“۔ (1)

اس کی عمر کے بارے‘ کہ اسے کہاں گنوایا، اس کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کہاں صرف کیا، اس کے مال کے بارے میں‘ کہ اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اور اس کے علم کے بارے میں‘ کہ اس پر کتنا عمل کیا۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”ما منكم من أحد إلا وسيكلمه الله ليس بينه وبينه ترجمان، فينظر أيمن منه فلا يرى إلا ما قدم، وينظر أشأم منه فلا يرى إلا ما قدم، وينظر بين يديه فلا يرى إلا النار

---

(۱) جامع ترمذی ۴/۶۱۲، نیز دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر از علامہ البانی ۶/ ۱۴۸۔

تلقاء وجهه، فاتقوا النار ولو بشق تمرة"۔ (۱)

تم میں سے ہر شخص سے اس کا رب ضرور بات کرے گا' اس طرح کہ اُس کے اور اُس کے رب کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا، چنانچہ وہ اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو اسے اپنا کرتوت نظر آئے گا، اپنے بائیں جانب دیکھے گا تو بھی اسے اپنا کرتوت نظر آئے گا اور اپنے سامنے دیکھے گا تو اسے جہنم دکھائی دے گی، لہٰذا اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ' خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے ہی سہی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فوربک لنسئلنهم أجمعين، عما كانوا يعملون﴾۔ (۲)

تیرے رب کی قسم! ہم ان سب سے ان کے اعمال کے بارے میں ضرور باز پرس کریں گے۔

اور کافروں سے اس طرح حساب نہ ہوگا جس طرح دیگر لوگوں کی

---

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۱/۴۰، وصحیح مسلم ۲/۷۰۳۔

(۲) سورۃ الحجر: ۹۲،۹۳۔

نیکیاں تولی جائیں گی، بلکہ انہیں اپنا عمل بتلایا جائے گا اور وہ اس کا اعتراف کریں گے، کیونکہ ان کے پاس نیکیاں سرے سے نہ ہوں گی، ہم اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت میں عافیت کے خواستگار ہیں' ہر طرح کا قوت وتصرف اللہ ہی کے بس میں ہے۔

۷- حوض مورود:

اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے مطابق اس بات پر پختہ ایمان ہونا چاہئے کہ نبی کریم ﷺ کا حوض قیامت کے میدان میں ہوگا نیز (اس کا وصف یہ ہے کہ):

"وأن مـاء ه أشد بياضاً من اللبن، وأحلى من العسل، وآنيته عـدد نـجـوم السماء، وطوله شهر وعرضه شهر، من شرب منه شربةً لم يظمأ بعده أبداً"۔ (۱)

اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہوگا، اس کے برتنوں کی تعداد آسمان کے تاروں کے برابر ہوگی، اس کی لمبائی

---

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۱/۴۶۳، وصحیح مسلم ۴/۱۷۹۲-۱۷۹۸۔

اور چوڑائی ایک ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہوگی، جو اس سے ایک بار پی لے گا اُسے پھر کبھی پیاس کا احساس نہ ہوگا۔

یہ حوض محمد ﷺ کے لئے خاص ہوگا، ہر ہر نبی کا اپنا اپنا حوض ہوگا لیکن سب عظیم حوض محمد ﷺ کا ہوگا۔ یہ حوض زمین میں ہوگا اور اس میں جنت کی حوض کوثر سے دو پرنالے گریں گے، اور رسول ﷺ کا منبر آپ کے حوض پر ہے۔

۸- پل صراط اور اس کے بعد جنت وجہنم کا درمیانی پل:

اس بات پر بھی ایمان رکھنا واجب ہے کہ پل صراط حق ہے، یہ ایک پل ہے جو جنت وجہنم کے درمیان جہنم کی پشت پر نصب ہے، جس پر سے تمام اولین وآخرین گزریں گے، یہ پل تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے، ہم اللہ سے ثابت قدمی کی دعا کرتے ہیں۔ لوگ اس پل پر سے اپنے اپنے اعمال کے مطابق گزریں گے۔ چنانچہ کوئی پلک جھپکنے میں اسے پار کردے گا، کوئی بجلی کی طرح گزرے گا، کوئی ہوا کی مانند، کوئی تیز رفتار گھوڑے کی طرح، کوئی اونٹ سوار کی طرح، کوئی دوڑ کر، کوئی چل کر،

کوئی گھسٹ گھسٹ کر اور کوئی اُسی میں گر جائے گا۔ اور پل کے کنارے پر آنکڑے (کانٹے) ہوں گے جو حکم الٰہی کے مطابق کچھ لوگوں کو اچک لیں گے۔ جب مومنین پل صراط پار کرلیں گے تو انہیں جنت وجہنم کے درمیان ایک پل پر روکا جائے گا، جہاں ان سے بندوں کے باہمی حقوق کا بدلہ لیا جائے گا، اور جب اس سے بھی صاف ستھرا کردیا جائے گا تو انہیں دخول جنت کی اجازت دیدی جائے گی۔ [1]

۹- شفاعت (سفارش):

شفاعت کے معنیٰ دوسرے کے لئے بھلائی طلبی کے ہیں۔ مولف رحمہ اللہ نے شفاعت کی تین قسمیں ذکر کی ہیں، جن میں سے دو قسمیں محمد ﷺ کے لئے خاص ہیں اور تیسری قسم محمد ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے درمیان مشترک ہے۔

ا۔ شفاعت عظمیٰ: یہ وہ اہم شفاعت ہے جو نبی کریم ﷺ اہل موقف

---

(۱) دیکھئے: صحیح بخای مع فتح الباری ۱۱/۴۴۴ و ۵/۹۶ حدیث (۲۴۴۰) و ۱۱/۳۹۵ حدیث (۶۵۳۵) وصحیح مسلم ۱/۱۸۷۔

کے لئے فرمائیں گے، تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کردیا جائے، جب دیگر انبیاء کرام علیہم السلام معذرت کرلیں گے۔

۲. جنتیوں کے حق میں دخول جنت کے لئے نبی کریم ﷺ کی شفاعت [1]، اور یہ دونوں شفاعتیں محمد ﷺ کے لئے خاص ہیں۔

۳. محمد ﷺ، دیگر انبیاء کرام علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین وغیرہ کی شفاعت، ان مومنوں کے حق میں جو مستحق جہنم ہوں گے کہ انہیں جہنم میں نہ داخل کیا جائے، نیز ان لوگوں کے حق میں جو جہنم میں داخل ہو چکے ہوں گے، کہ انہیں اس سے نکال دیا جائے۔اس کے علاوہ اللہ عزوجل بلا شفاعت محض اپنے فضل خاص سے بہت سے لوگوں کو جہنم سے نکالے گا، اور دنیا والوں میں سے جنتیوں کے جنت میں جانے کے باوجود بھی جنت میں جگہ خالی ہوگی، تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے لئے دوسرے لوگوں کو پیدا کرے گا اور انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔

شرح عقیدۂ طحاویہ میں شفاعت کی تعداد آٹھ تک پہنچائی ہے، جو یہ ہیں:

---

(۱) صحیح مسلم ۱/ ۱۸۸۔

۱- فیصلہ کے لئے شفاعت عظمیٰ۔

۲- ان لوگوں کے حق میں شفاعت جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔

۳- ان لوگوں کے حق میں شفاعت جنہیں دخول جہنم کا حکم ہو چکا ہوگا کہ انہیں اس میں داخل نہ کیا جائے۔

۴- جنتیوں کی بلندئ درجات کے لئے شفاعت۔

۵- کچھ لوگوں کے حق میں شفاعت کہ انہیں بلا حساب جنت میں داخل کردیا جائے۔

۶- تخفیف عذاب کے لئے نبی کریم ﷺ کی شفاعت، جیسے اپنے چچا ابو طالب کے حق میں آپ ﷺ کی شفاعت کہ ان کا عذاب ہلکا کردیا جائے۔

۷- نبی کریم ﷺ کی شفاعت کہ تمام مومنوں کو دخول جنت کی اجازت دیدی جائے۔ یہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ گزرا۔

۸- اپنی امت کے کبیرہ گناہوں کے مرتکبین، جو جہنم میں جا چکے ہوں گے، کے حق میں نبی کریم ﷺ کی شفاعت، چنانچہ انہیں جہنم سے نکالا جائے گا،

شفاعت کی اس قسم میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ دیگر انبیاء علیہم السلام بھی شریک ہیں۔

یہ شفاعت نبی کریم ﷺ چار مرتبہ فرمائیں گے:

۱. ان لوگوں کے حق میں جن کے دل میں جو کے برابر ایمان ہوگا۔

۲. پھر ان لوگوں کے حق میں جن کے دل میں ایک ذرہ یا ایک رائی کے برابر ایمان ہوگا۔

۳. پھر ان لوگوں کے حق میں جن کے دل میں رائی کے ایک ادنیٰ اور معمولی دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا۔

۴. ان لوگوں کے حق میں جنہوں نے کلمۂ شہادت ''لا إلٰہ إلا اللہ'' کا اقرار کیا ہوگا۔[1]

صحیح مسلم میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

"شفعت الملائكة وشفع النبيون، وشفع المؤمنون، ولم يبق إلا أرحم الراحمين فيقبض قبضة من النار فيخرج منها

(۱) صحیح بخای مع فتح الباری ۱۳/۳۹۶، وصحیح مسلم ۱/۱۸۰۔

قوماً لم يعملوا خيراً قط"۔[1]

فرشتوں نے سفارش کی، نبیوں نے سفارش کی، مومنوں نے سفارش کی، اب صرف (اللہ) ارحم الراحمین باقی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ جہنم سے ایک مٹھی بھر ایسے لوگوں کو نکالے گا جنہوں نے کبھی کوئی نیکی نہ کی ہوگی۔

بعض اہل علم نے شفاعت کی چھ قسمیں ذکر کی ہیں:

۱. شفاعت عظمیٰ۔

۲. دخول جنت کے لئے شفاعت۔

۳. مستحقین جہنم کے لئے شفاعت کہ انہیں اس میں داخل نہ کیا جائے۔

۴. جو جہنم میں داخل ہو چکے ہیں، ان کے لئے شفاعت کہ انہیں اس سے نکال دیا جائے۔

۵. کچھ جنتیوں کے حق میں بلندیٔ درجات کے لئے شفاعت۔

۶. ابوطالب کے حق میں تخفیف عذاب کے لئے شفاعت۔[2]

(۱) صحیح مسلم ۱/۱۷۰۔

(۲) الروضۃ الندیۃ ص ۵۳۰ وشرح الطحاویۃ ص ۱۹۹ تحقیق ارنووط، والکواشف الجلیۃ ص ۵۸۹۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"شفاعتي لأهل الكبائر من أمتي"۔[1]

میری سفارش میری امت کے کبیرہ گناہوں کے مرتکبین کے لئے ہے۔

مثبت شفاعت کی دو شرطیں ہیں:

۱. سفارشی کے لئے اللہ کی اجازت۔

۲. جس کے لئے سفارش کی جارہی ہے اس سے اللہ کی رضامندی۔

۱۰- جنت وجہنم:

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ کے مطابق اس بات پر پختہ ایمان رکھنا ضروری ہے کہ جنت وجہنم مخلوق ہیں اور وہ دونوں فنا نہیں ہوں گے۔ جنت اللہ کے اولیاء کی منزل ہے اور جہنم اللہ کے دشمنوں کا ٹھکانہ ہے، جنتی جنت میں ہمیشہ رہیں گے اور کفار جہنمی جہنم میں ہمیشہ رہیں گے، نیز یہ کہ جنت و جہنم موجود ہیں، اور اللہ کے رسول ﷺ نے (صلاۃ الکسوف) سورج یا چاند

(۱) سنن ابوداؤد حدیث (۴۷۳۹) وجامع ترمذی، حدیث (۲۴۳۷) نیز دیکھئے: تخریج مشکاۃ المصابیح (۵۵۹۵)۔

گرہن کی نماز میں انہیں دیکھا ہے۔

صحیح احادیث میں ثابت ہے کہ موت کو ایک سفید یا مٹیالے میڈھے کی شکل میں لایا جائے گا، اور جنت وجہنم کے درمیان روک کر ذبح کر دیا جائے گا، اور کہا جائے گا:

''جنتیو! اب ہمیشہ کی زندگی ہے، موت نہیں آئے گی، اور جہنمیو! اب ہمیشہ کی زندگی ہے موت نہیں آئے گی''۔[1]

(۱) صحیح مسلم ۴/ ۲۱۸۸۔

تقدیر پر ایمان رکھنا ایمان کے چھ ارکان میں سے ایک رکن ہے' تقدیر پر ایمان کا اجمالی ذکر پہلے ہو چکا ہے، مولف رحمہ اللہ نے اُس موضوع کو یہاں تفصیلی طور پر بیان فرمایا ہے۔

تقدیر کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چیزوں کو ازل سے ہی ایک اندازہ کے مطابق ترتیب دیا ہے اور اُسے اس بات کا علم ہے کہ وہ چیزیں فلاں فلاں متعین اوقات میں اور مخصوص طریقہ سے وقوع پذیر ہوں گی' پھر اللہ نے اس چیز کو لکھا ہے اور جس طرح اُس نے چیزوں کو متعین کیا ہے' اسی کے مطابق ان کا وقوع پذیر ہونا اُس کی مشیت ہے اور اسی کے مطابق اللہ نے انہیں پیدا کیا ہے۔[1]

شیخ رحمہ اللہ نے تقدیر کے چار مراتب ذکر کئے ہیں' اُن پر ایمان لانا

(۱) دیکھئے: الاجوبۃ الأصولیۃ ص ۱۲۱۔

واجب ہے' جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا اُس پر ایمان ہے۔

پہلا مرتبہ: اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے ازلی ابدی علم کے ذریعہ مخلوق کے اعمال کا جاننے والا ہے، چنانچہ اللہ عزوجل بندوں کی نیکیوں' روزیوں' مدت زندگی وغیرہ تمام حالات سے واقف ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اُن تمام امور کا علم ہے جو ہو چکا' جو ہوگا اور جو نہیں ہوا' اگر ہوتا تو کس طرح ہوتا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وأن الله قد أحاط بكل شيءٍ علماً﴾۔[1]

اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وأن الله بكل شيء عليم﴾۔[2]

بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

دوسرا مرتبہ: یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ماضی و مستقبل میں ہونے والی تمام چھوٹی

(۱) سورۃ الطلاق: ۱۲۔

(۲) سورۃ العنکبوت: ۶۲۔

بڑی چیزوں کولوح محفوظ میں تحریر کررکھا ہے،ارشاد باری ہے:

﴿ما أصاب من مصيبةٍ في الأرض ولا في أنفسكم إلا في كتابٍ من قبل أن نبرأها إن ذلك على الله يسير﴾۔[1]

نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے اور نہ ہی تمہاری اپنی جانوں میں مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے،اور یہ کام اللہ تعالیٰ کے لئے نہایت آسان ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وكل شيءٍ أحصيناه في إمامٍ مبينٍ﴾۔[2]

اور ہم نے ہر چیز کوایک واضح کتاب میں ضبط کررکھا ہے۔

تیسرا مرتبہ: اللہ عزوجل کی طے شدہ اور اٹل مشیت (چاہت)' جسے کوئی ہٹا نہیں سکتا' نیز اللہ کی وہ عظیم قدرت جسے کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی۔ چنانچہ تمام پیش آمدہ امور اللہ عزوجل کی مشیت وقدرت ہی سے وقوع پذیر ہوتے

(۱) سورۃ الحدید:۲۲۔

(۲) سورۃ یٰس:۲۲۔

ہیں' وہ جو چاہے وہی ہوتا ہے' اور جو نہ چاہے نہیں ہوسکتا، ارشاد ہے:

﴿وما تشاء ون إلا أن يشاء الله رب العالمين﴾۔[1]

اورتم بغیر رب دوجہاں کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔

چوتھا مرتبہ: ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور اُس کے سوا سب اُس کی مخلوق ہیں، نہ اُس کے سوا کوئی حقیقی معبود ہے نہ اُس کے علاوہ کوئی رب، ارشاد ہے:

﴿الله خالق كل شيءٍ وهو على كل شيءٍ وكيل﴾۔[2]

اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿هل من خالق غير الله﴾۔[3]

کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے؟

(۱) سورۃ التکویر:۲۹۔

(۲) سورۃ الزمر:۶۲، نیز دیکھئے: الکواشف الجلیۃ' ص۶۲۱۔

(۳) سورۃ فاطر:۳۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ہر پیش آنے والی شے کا خالق ہے' اس کے باوجود اللہ نے اپنے بندوں کو اپنے اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور انہیں نافرمانی سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نیک کاروں اور انصاف پسندوں سے محبت کرتا ہے' مومنوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں سے راضی وخوش ہوتا ہے۔ کافروں سے محبت نہیں کرتا' فاسقوں سے خوش نہیں ہوتا' نہ فحش و بے حیائی کا حکم دیتا ہے' نہ اپنے بندوں کے لئے کفر پسند کرتا ہے اور نہ ہی ظلم وفساد چاہتا ہے' وہ اللہ عزوجل خوب علم وحکمت والا ہے۔

کسی نے تقدیر کے چاروں مراتب کو درج ذیل ایک شعر میں جمع کیا ہے:

علم، کتابة مولانا، مشیئته

وخلقه، وهو إیجاد وتکوین

علم، ہمارے رب و مولا کی تحریر' اس کی مشیت اور اس کی پیدائش جو ایجاد وتخلیق ہے۔

تقدیروں کے لکھنے پر ایمان میں پانچ تقدیریں داخل ہیں:

۱- **تقدیر عام:** یعنی وہ تقدیر جو تمام مخلوقات کو شامل ہے' چنانچہ اللہ سبحانہ

وتعالیٰ نے انہیں جانا' لکھا' چاہا اور اُن کی تخلیق فرمائی۔ تقدیر کے چاروں مراتب کے تحت دلائل کے ساتھ ان کا بیان ہو چکا ہے۔

۲- **تقدیر میثاق:** یعنی اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم سے جو عہد و پیمان لیا اس کی تحریر' جس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿وإذ أخذ ربک من بني آدم من ظهورهم ذريتهم وأشهدهم على أنفسهم ألست بربكم قالوا بلى شهدنا أن تقولوا يوم القيامة إنا كنا عن هذا غافلين﴾۔[۱]

اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کیوں نہیں! ہم سب گواہی دیتے ہیں۔ (یہ اس لئے) تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہو کہ ہم تو اس سے بالکل بے خبر تھے۔

۳- **تقدیر عمری:** یعنی شکم مادر میں بندہ کی روزی' اس کی موت' اس کا عمل' اور وہ نیک ہوگا یا بد وغیرہ کی تقدیر۔ اس کی دلیل عبداللہ بن مسعود رضی

---

(۱) سورۃ الاعراف: ۱۷۲۔

اللہ عنہ کی حدیث ہے۔[۱]

۴- تقدیر برسی (سالانہ):

ارشاد باری ہے:

﴿**فیها یفرق کل أمرٍ حکیمٍ**﴾۔[۲]

اسی رات (شب قدر) میں ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: شب قدر میں لوح محفوظ سے پورے سال میں ہونے والی تمام اچھائیاں' برائیاں اور روزیاں وغیرہ لکھی جاتی ہیں۔

۵- تقدیر یومی (روزانہ):

ارشاد باری ہے:

﴿**کل یومٍ هو في شأنٍ**﴾۔[۳]

---

(۱) صحیح مسلم، ۴/ ۲۰۳۶۔

(۲) سورۃ الدخان: ۴۔

(۳) سورۃ الرحمٰن: ۲۹۔

ہر روز وہ کسی شان (کام) میں ہوتا ہے۔

چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر روز کسی کی مغفرت فرماتا ہے' کسی کی پریشانی دور کرتا ہے' کچھ لوگوں کو بلند کرتا ہے اور کچھ لوگوں کو پست کرتا ہے[۱]، اس یومی تقدیر کا مفہوم یہ ہے کہ جن چیزوں کا پہلے فیصلہ ہو چکا ہے انہیں اپنے اپنے متعینہ وقت پر لے جایا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ یومی تقدیر برسی تقدیر کی تفصیل ہے' اور برسی تقدیر عمری تقدیر کی تفصیل ہے' جو شکم مادر کے اندر بچہ میں روح پھونکنے کے وقت طے ہوتی ہے، اور عمری تقدیر اُس پہلی عمری تقدیر (میثاق) کی تفصیل ہے جو عہد و پیمان کے دن طے ہوئی ہے، اور تقدیر میثاق اُس تقدیر عمومی کی تفصیل ہے جسے قلم نے لوح محفوظ میں ضبط وتحریر کر رکھا ہے۔[۲]

سنت رسول ﷺ میں جن قلمہائے تقدیر کا ثبوت ہے وہ چار ہیں:

۱- پہلا قلم: جو تمام مخلوقات کو شامل ہے۔

---

(۱) دیکھئے: معارج القبول، ۲/ ۳۴۵۔

(۲) حوالہ سابق، ۲/ ۳۴۷۔

۲- دوسرا قلم: جب آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، یہ بھی عام قلم ہے لیکن بنی آدم کے لئے ہے۔

۳- تیسرا قلم: جب شکم مادر کے اندر بچہ کے پاس فرشتہ کو بھیجا جاتا ہے' اور وہ اُس کے بارے میں چار باتیں لکھتا ہے۔

۴- چوتھا قلم: جو بندہ پر بلوغت کے وقت لاگو ہوتا ہے' جو ملائکہ کراماً کاتبین کے ہاتھوں میں ہوتا ہے اور وہ اس سے بندہ کے اعمال وحرکات ضبط کرتے ہیں۔*

---

* شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''چونکہ اقلام کی حقیقی تعداد کا علم اللہ عز وجل ہی کو ہے' اس لئے چار کی تحدید کرنا اچھا نہیں' امام ابن القیم نے اپنی بعض کتابوں میں ذکر کیا ہے کہ اقلام کی تعداد چار ہے' لیکن اس کا مفہوم یہ نہیں کہ اس کے علاوہ کوئی قلم نہیں ہے' بلکہ ایک پانچواں قلم بھی ذکر کیا جاتا ہے' جس سے شب قدر میں سال بھر میں پیش آنے والی چیزیں لکھی جاتی ہیں... خلاصۂ کلام یہ کہ قلموں کی تعداد کو صرف چار میں محدود کرنا جائز نہیں' بلکہ اقلام بہت زیادہ ہیں' جن کا علم وشمار اللہ عز وجل ہی کو ہے' اسی لئے نبی کریم ﷺ نے حدیث معراج میں فرمایا کہ آپ ایک ایسی جگہ بھی لے جائے گئے جہاں قلموں کی آواز سنائی دے رہی تھی... لہٰذا قلموں کی تعداد چار بھی ہو سکتی ہے' سو بھی ہو سکتی ہے' ہزار بھی ہو سکتی ہے' اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک خاص قلم ہو' الغرض اس چیز کا علم ہمارے رب سبحانہٗ تعالیٰ ہی کو ہے۔ شرح عقیدۂ طحاویہ از علامہ ابن باز (۳۲ کیسٹوں میں)۔

جب بندہ کو اس بات کا علم ہو گیا کہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے تو ضروری ہے کہ وہ صرف اللہ واحد کی عبادت کرے اور اسی کا تقویٰ اختیار کرے۔[۱]

لہٰذا بندہ کو چاہئے کہ اسباب اختیار کرے' اور اللہ سے توفیق وہدایت کا سوال کرے اور یہ جان لے کہ اُسے اتنا ہی مل سکتا ہے جتنا اللہ نے اس کے نصیبہ میں لکھ دیا ہے' اور اس بات کا بھی یقینی علم رکھے کہ اللہ تعالیٰ نیک کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا' اور نہ ہی ایک ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم کرتا ہے:

﴿فمن يعمل مثقال ذرة خيراً يره، ومن يعمل مثقال ذرة شراً يره﴾۔[۲]

جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا' اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

---

(۱) شرح العقیدۃ الطحاویۃ بتحقیق ارنؤوط' ص۲۳۵۔

(۲) سورۃ الزلزلہ: ۷، ۸۔

ایمان اور دین کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا موقف

اہل سنت و جماعت کے یہاں ''دین و ایمان''، قول، عمل اور اعتقاد کا نام ہے، یعنی دل وزبان سے کہنا، اور دل، زبان اور اعضاء و جوارح سے عمل کرنا۔

نیز ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان نیکی و اطاعت سے بڑھتا اور گناہ و معصیت سے گھٹتا ہے۔ دل کے قول کا معنیٰ اس کی تصدیق اور اس پر یقین کرنا ہے، اور زبان کے قول کا معنیٰ زبان سے کلمۂ شہادت کہنا اور اس کے لوازمات کا اقرار کرنا ہے۔ اور دل کے عمل کا معنیٰ نیت، اخلاص، محبت، تابعداری، اللہ سے لو لگانا، اُس پر بھروسہ کرنا، نیز اس کے لوازمات، تقاضے اور دیگر تمام قلبی اعمال ہیں۔ اور زبان کے عمل سے مراد وہ اعمال ہیں جو زبان ہی سے ادا ہو سکتے ہیں، جیسے: تلاوت قرآن، تسبیح، تحمید، تکبیر، دعا، استغفار اور دیگر اذکار و ظائف۔ اور اعضاء و جوارح کے عمل سے مراد وہ

اعمال ہیں جو انہی سے ادا ہو سکتے ہیں، جیسے: قیام، رکوع، سجدہ، اللہ کی رضا کے لئے چلنا، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا وغیرہ۔[1]

جہاں تک ایمان میں کمی و بیشی کی بات ہے تو اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

﴿وإذا تليت عليهم آياته زادتهم إيماناً﴾۔[2]

جب ان پر اللہ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو اس سے ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"يخرج من النار من قال لا إله إلا الله وكان في قلبه من الخير ما يزن شعيرة"۔[3]

جہنم سے اس شخص کو نکالا جائے گا جس نے 'لا اِلٰہ اِلا اللہ' کہا ہوگا

---

(۱) معارج القبول ۲/۱۷۔

(۲) سورۃ الانفال:۲۔

(۳) صحیح مسلم ۱/۱۸۲۔

اوراس کے دل میں ایک جو کے برابر بھی بھلائی ہوگی۔

ایمان میں کمی بیشی کی ایک دلیل اللہ عزوجل کا درج ذیل فرمان بھی ہے جس میں اللہ نے مومنوں کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

﴿ثم أورثنا الكتاب الذين اصطفينا من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخيرات بإذن الله ذلک هو الفضل الكبير﴾۔ (۱)

پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب اور چنندہ لوگوں کو کتاب کا وارث بنایا' چنانچہ ان میں سے کچھ اپنی ذات پر ظلم کرنے والے ہیں' کچھ متوسط درجہ کے ہیں اور کچھ اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں' یہ بہت بڑا افضل ہے۔

''اپنی ذات پر ظلم کرنے والوں'' سے مراد کوتاہ عمل لوگ ہیں جو بعض واجبات کو انجام دیتے ہیں اور بعض محرمات کے مرتکب ہوتے ہیں۔

''متوسط درجہ والوں'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو واجبات کو انجام دیتے

---

(۱) سورۃ فاطر:۳۲۔

ہیں اور محرمات سے باز رہتے ہیں' اور کبھی بعض مستحبات کو چھوڑتے اور بعض مکروہات کے مرتکب ہوتے ہیں۔

''نیکیوں میں سبقت کرنے والوں'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام واجبات ومستحبات کو ادا کرتے ہیں اور تمام محرم ومکروہ اعمال سے اجتناب کرتے ہیں۔ (۱)

اسی طرح اہل سنت وجماعت اہل قبلہ میں سے کسی کو محض گناہوں یا کبائر کے ارتکاب سے کافر نہیں قرار دیتے' جب تک کہ گنہ گار شخص اس گناہ یا کبیرہ کو حلال نہ سمجھے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"من صلى صلاتنا، واستقبل قبلتنا، وأكل ذبيحتنا فذلك المسلم"۔ (۲)

---

(۱) مختصر تفسیر ابن کثیر' از رفاعی ۳/۵۵۴، اور شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی ﴿فمنهم ظالم لنفسه﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان کے بعض واجبات کو ترک کیا اور بعض محرمات کے مرتکب ہوئے'' دیکھئے: التوضیح والبیان لشجرۃ الایمان، ص ۱۷۱۔

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱/۴۹۶، نیز دیکھئے: الروضۃ الندیۃ، ص ۳۸۲۔

جو ہم جیسی نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کا استقبال کرے اور ہمارا ذبیحہ
کھائے وہ مسلمان ہے۔

لہٰذا جو بھی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے یا گناہ صغیرہ پر مصر ہو اسے گنہ گار اور فاسق کہا جائے گا، اور اس کا شمار عام مومنوں میں ہوگا، محض گناہ کے ارتکاب سے ایمان سے خارج نہ ہوگا جب تک کہ اسے حلال نہ سمجھے، چنانچہ اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ ایمان کے سبب مومن اور ارتکاب کبیرہ کے سبب فاسق ہے، یا ناقص الایمان مومن ہے، نہ تو اسے مکمل مومن سمجھا جائے گا اور نہ ہی سرے سے ایمان سے محروم کیا جائے گا۔ اور آخرت میں اس کا حکم یہ ہوگا کہ اگر وہ توبہ کئے بغیر مر جائے تو اللہ کی مشیت تلے ہوگا، اگر اللہ چاہے تو اس کے گناہ کے بقدر اسے عذاب دے اور پھر جنت میں داخل کر دے اور چاہے تو اپنے فضل و رحمت سے پہلے وہلہ ہی میں اسے معاف کر کے جنت میں داخل فرما دے۔

لیکن خوارج و معتزلہ کے یہاں مرتکب کبیرہ کا اخروی حکم یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنمی ہوگا، اور دنیوی حکم میں دونوں فرقوں کا اختلاف

ہے، خوارج کے نزدیک اُس کی جان و مال حلال ہے، اور معتزلہ کے نزدیک دو منزلوں کے درمیان ایک منزلہ میں ہوگا یعنی ایمان سے خارج ہو جائے گا لیکن کفر میں داخل نہ ہوگا۔ اور جہمیہ و مرجئہ کے یہاں وہ شخص کامل ایمان والا ہے سرے سے عذاب کا مستحق ہی نہیں۔ اور اس باب میں اہل سنت کی وسطیت کا تفصیلی بیان ہو چکا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ ازواج مطہرات اور اہل بیت ؓ کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ

اہل سنت و جماعت کا ایک بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ؓ کی بابت اپنے دلوں کو بغض وحسد اور کینہ وعداوت سے، اور اپنی زبانوں کو طعنہ وتشنیع اور سب وشتم سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اور ان سے اللہ کی رضامندی کی اور عمومی دعائیں کرتے ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿ربنا اغفر لنا و لإخواننا الذين سبقونا بالإيمان﴾۔ [۱]

اے رب! ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان لائے، مغفرت فرما۔

اہل سنت و جماعت اس باب میں رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل فرمان کی عملی تطبیق پیش کرتے ہیں:

(۱) سورۃ الحشر: ۱۰۔

"لا تسبوا أصحابي فو الذي نفسي بيده لو أن أحدكم أنفق مثل أحدٍ ذهباً ما بلغ مد أحدهم و لا نصيفه"۔ [۱]

میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو، اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم میں سے کوئی شخص کوہ احد کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو اُن میں سے کسی کے ایک یا آدھے مُد کے برابر نہیں پہنچ سکتا۔

اور کتاب وسنت میں وارد ان کے فضائل کو تسلیم کرتے ہیں، فتح مکہ سے پہلے راہ الٰہی میں خرچ کرنے اور لڑنے والوں کو (بعد والوں سے) افضل سمجھتے ہیں، مہاجرین کو انصار پر مقدم سمجھتے ہیں، اسی طرح مہاجرین میں تمام عشرۂ مبشرہ کو فضیلت دیتے ہیں، اور اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر پر مطلع ہوا، جن کی تعداد تین سو دس سے زیادہ تھی، اور ان کے بارے میں فرمایا:

"اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم"۔ [۲]

(۱) صحیح بخای مع فتح الباری ۷/ ۲۱، وصحیح مسلم ۴/ ۱۹۶۷۔
(۲) صحیح بخای مع فتح الباری ۷/ ۳۰۵، وصحیح مسلم ۴/ ۱۹۴۱۔

جو چاہو کرو، یقیناً میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

اور بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ بیعت رضوان میں شریک ہونے والا کوئی بھی جہنم میں نہ جائے گا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"لا يدخل النار أحد بايع تحت الشجرة"۔ (۱)

شجرۂ رضوان تلے بیعت کرنے والوں میں سے کوئی جہنم میں داخل نہ ہوگا۔

اور ان کی تعداد چودہ سو سے متجاوز تھی۔

نیز اہل سنت ان صحابہ کے جنتی ہونے کی شہادت دیتے ہیں جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے شہادے دی ہے، جیسے: ثابت بن قیس بن شماس، جن کے جنتی ہونے کی آپ ﷺ نے بشارت سنائی ہے (۲)، اسی طرح عشرۂ مبشرہ: ابوبکر صدیق، عمر، عثمان، علی، زبیر، طلحہ، سعد بن مالک بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف، ابوعبیدہ بن الجراح اور سعید بن زید رضی اللہ عنہم کے جنتی

---

(۱) صحیح مسلم ۴/۱۹۴۲۔

(۲) صحیح مسلم ۱/۱۱۰۔

ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ (۱)

نیز اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے افضل و بہتر ابوبکر صدیق ہیں، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی رضی اللہ عنہم (۲)، اور روافض کے عقیدہ سے براءت کا اظہار کرتے ہیں- جن کے عقیدہ کا بیان ہو چکا ہے- اور نواصب کے عقیدہ سے بھی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں، جو اہل بیت رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دیتے ہیں اور انہیں لعن طعن کرتے ہیں، اور جنہوں نے اہل بیت سے عداوت قائم کی، نیز اہل سنت و جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین رونما ہونے والے اختلافات کے بارے میں اپنی زبانیں بند رکھتے ہیں، اور اس باب میں جو باتیں صحیح ہیں اس سلسلہ میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صحابہ اس میں معذور ہیں، کیونکہ وہ مجتہد تھے، اب یا تو اُن کا اجتہاد درست رہا یا وہ اس میں غلطی کا شکار ہوئے (اور دونوں صورتوں میں وہ کم وبیش اجر کے مستحق ہیں)۔

---

(۱) سنن ابوداود مع عون المعبود ۱۲/۴۰۱، وجامع ترمذی ۵/۶۴۷۔

(۲) صحیح بخای مع فتح الباری ۷/۵۳۔

نیز اہل سنت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے علاوہ کوئی معصوم نہیں' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے گناہوں کا صدور ہوسکتا ہے' لیکن اُن کے پاس پچھلے بے شمار فضائل اور نیکیوں کا انبار ہے' جن سے گناہوں کی معافی ہوتی ہے' نیز وہ خیر القرون کے لوگ تھے [1]، اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ اُن سے کسی گناہ کا صدور ہوا ہو اور انہوں نے توبہ کرلی ہو' نیز وہ نبی کریم ﷺ کی شفاعت کے سب سے زیادہ سعادت یافتہ (مستحق) لوگ ہیں۔

اہل سنت و جماعت نبی کریم ﷺ کے آل بیت رضی اللہ عنہم سے سے بھی بڑی محبت رکھتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے اُن کے بارے میں وصیت فرمائی ہے [2]، نیز نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے بھی محبت رکھتے ہیں' ان سے اللہ کے راضی ہونے کی دعا کرتے ہیں' نیز ایمان رکھتے ہیں کہ یہ آخرت میں نبی کریم ﷺ کی بیویاں ہوں گی' نیز عزت واحترام اور

(۱) صحیح مسلم ۴/۱۹۶۴۔
(۲) صحیح مسلم ۴/۱۸۷۳، و۴/۱۷۸۲۔

نکاح کی حرمت میں وہ تمام مومنوں کی مائیں ہیں' ہر طرح کی برائی سے وہ پاک وصاف اور بری ہیں' اور جو لوگ انہیں اذیت دیتے ہیں یا برا بھلا کہتے ہیں اہل سنت اُن سے براءت کا اظہار کرتے ہیں اور انہیں لعن طعن کرنے اور تہمت لگانے کو حرام سمجھتے ہیں' ان کی فضیلت میں بکثرت احادیث وارد ہیں جنہیں (کتب احادیث میں) دیکھنا چاہئے [1]، دعا ہے کہ اللہ عزوجل ان ازواج مطہرات اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی وخوش ہو۔

(۱) دیکھئے: صحیح بخاری مع فتح الباری ۷/۱۳۳، و۷/۱۰۶، وصحیح مسلم ۴/۱۸۸۶، و۴/۱۸۹۵۔

کراماتِ اولیاء کے بارے میں اہل سنت وجماعت کا عقیدہ

اہل سنت وجماعت اولیاء کرام کی کرامتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

کرامت: اس خلاف عادت امر کو کہتے ہیں، جس میں دعوائے نبوت شامل نہ ہو، اگر دعوائے نبوت شامل ہوتو وہ معجزہ کہلاتا ہے۔

خلاف عادت امر اسی بندہ کے حق میں کرامت ہوسکتا ہے، جو ظاہر میں نیک ہو نیز صحیح عقیدہ اور صالح عمل کا حامل ہو۔ چنانچہ اگر منحرف لوگوں کے ہاتھوں پر خلاف عادت امر ظاہر ہوتو وہ شیطانی احوال (شعبدوں) کے قبیل سے ہے، اسی طرح اگر کسی ایسے انسان کے ہاتھ پر خلاف عادت امر ظاہر ہو جس کی حالت مجہول اور نامعلوم ہے تو اُس کی حالت کو کتاب وسنت پر پیش کیا جائے گا، جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا:

"إذا رأيتم الرجل يسير على الماء ويطير في الهواء فلا تصدقوه حتى تعرضوا حاله على الكتاب والسنة".

کسی آدمی کو پانی پر چلتے ہوئے یا ہوا میں پرواز کرتے ہوئے دیکھ کر اسے کرامت نہ سمجھ لو، یہاں تک کہ اس کی حالت کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھ لو۔

اہل سنت اولیاء کرام کی کرامتوں اور ان کے ہاتھوں پر ظاہر ہونے والے علوم، مکاشفات، اور قسم قسم کے قدرت وتاثیر جیسے خلاف عادت امور پر پختہ ایمان واعتقاد رکھتے ہیں۔ اسی قبیل سے اصحاب کہف اور اُن کی لمبی نیند کا قصہ ہے، جسے اللہ نے ان پر ڈالا تھا، اسی طرح مریم بن عمران علیہا السلام کے پاس محراب میں ہوتے ہوئے روزی پہنچنے کا واقعہ ہے جسے اللہ نے انہیں بطور کرامت عطا فرمایا تھا۔

نیز اسی قبیل سے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا منبر سے "یا ساریۃ الجبل" اے ساریہ! پہاڑ کی پناہ لو، کہنا اور نہاوند میں رہتے ہوئے ساریہ کے لشکر کو دیکھنا، اور اتنی لمبی مسافت سے ساریہ کا اُن کی بات کو سننا وغیرہ بھی ہے، اور

اس طرح دیگر بے شمار واقعات ہیں۔

اس قسم کے بے شمار واقعات میں نے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''الفرقان بین أولیاء الرحمٰن وأولیاء الشیطان'' میں دیکھے ہیں۔

اہل سنت و جماعت کا طریقہ کار ''اتباع سنت'' ہے

اہل سنت و جماعت نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات کی اتباع کرتے ہیں، آپ ﷺ کے نقش قدم کی پیروی کا مقصود بھی یہی ہے، رہا آپ کے حسی آثار کی پیروی کرنا جو دین کا حصہ نہیں ہیں، جیسے آپ کے پیشاب، نیند اور چلنے وغیرہ کی جگہیں، تو ان کی تلاش کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ شرک تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں۔

اہل سنت کا طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی سنت کے پوشیدہ (نامعلوم) ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال کی پیروی کرتے ہیں، البتہ جب کتاب اللہ یا سنت رسول ﷺ کی نص مل جائے تو اسے دنیا کے ہر شخص کی رائے پر مقدم رکھنا واجب ہے، ارشاد باری ہے:

﴿فإن تنازعتم في شيءٍ فردوه إلى الله والرسول إن كنتم

تؤمنون بالله و اليوم الآخر ذلك خير و أحسن تأويلاً﴾ ۔[1]

پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرلوتو اُسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو اگر تمہیں اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

نیز اہل سنت و جماعت رسول اللہ ﷺ کی سنت اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کی بابت وصیت نبوی ﷺ کی اتباع کرتے ہیں، اور اس پر خوب مضبوطی سے گامزن رہتے ہیں، اور نبی کریم ﷺ کے حکم کی بجا آوری میں انہیں حرز جان سمجھتے ہیں[2]، اور اہل سنت و جماعت چونکہ کلام اللہ کو مقدم رکھتے ہیں پھر سنت رسول ﷺ کو پیش کرتے ہیں اسی لئے انہیں ''اہل سنت و جماعت'' کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

---

(۱) سورۃ النساء: ۵۹۔

(۲) دیکھئے: حدیث عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ: سنن ترمذی وسنن ابوداود مع عون المعبود ۱۲/ ۳۵۸، وابن ماجہ ۱/ ۱۵، ومسند احمد ۴/ ۱۲۶، نیز دیکھئے: الاجوبۃ الاصولیۃ ص ۱۴۰، وشرح الطحاویہ بتحقیق ارنؤوط، ص ۴۹۵۔

اہل سنت و جماعت کے وہ اصول جن پر وہ لوگوں کے تمام عقائد واعمال کو پرکھتے ہیں

اہل سنت و جماعت کے تین بنیادی اصول ہیں جن پر وہ لوگوں کے دین سے متعلقہ تمام ظاہری و باطنی اعمال وافعال کو پرکھتے ہیں، وہ اصول یہ ہیں:

۱- اللہ عزوجل کی کتاب ''قرآن کریم''، جو سب سے عمدہ کلام ہے، چنانچہ جو اس کی روشنی میں بولتا ہے سچ بولتا ہے، جو اس سے فیصلہ کرتا ہے انصاف کرتا ہے، جو اس پر شدت سے قائم رہتا ہے صراط مستقیم کی راہ پاتا ہے، اور جو اس سے اعراض کرتا ہے، دنیا وآخرت میں ضلالت وگمراہی اور بدبختی وبدنصیبی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ اہل سنت اللہ کے کلام پر دنیا کے کسی بھی شخص کی بات کو مقدم نہیں کرتے۔

۲- سنت رسول ﷺ، چنانچہ اہل سنت نبی کریم ﷺ کی صحیح سنتوں پر اللہ کی مخلوق میں سے کسی کی بات کو بھی ترجیح نہیں دیتے۔

۳- افتراق وانتشار اور بدعات وخرافات کے دور دورہ سے پہلے' اس امت کے صدر اول (اوائل) کا جن باتوں پر اجماع ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد جو بھی چیزیں وجود پذیر ہوتی ہیں اہل سنت انہیں ان تینوں اصولوں پر پرکھتے ہیں' اگر وہ چیز ان اصولوں کے موافق ہوتی ہے تو قبول کر لیتے ہیں اور اگر مخالف ہوتی ہے تو اسے بلا تامل رد کر دیتے ہیں' خواہ اس کا کہنے والا کوئی بھی ہو، اور یہی صحیح ودرست منہج اور حق کی پائیدار راہ ہے۔

اہل سنت وجماعت کے اخلاق واوصاف

مولف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس رسالہ کے اختتام پر بعض صفات حمیدہ اور اخلاق کریمانہ کا ذکر کیا ہے جن سے اہل سنت وجماعت متصف ہیں، چنانچہ اہل سنت وجماعت کی بعض خوبیاں اور اخلاق حسنہ یہ ہیں:

بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا' اور بھلائی وہ ہے جو شرعاً وعقلاً اچھی اور درست ہو' اور برائی وہ ہے جو شرعاً وعقلاً قبیح اور بری ہو، اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون﴾۔[1]

تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو خیر کی دعوت دے' (یعنی)

---

(۱) سورۃ آل عمران:۱۰۴۔

بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے' اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه ؛ وذلك أضعف الإيمان"۔ [۱]

تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے' اُسے اپنے ہاتھ سے بدل دے' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے اصلاح کر دے' اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل میں اسے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے ادنیٰ درجہ ہے۔

یہ تینوں باتیں امر بالمعروف اور نہی عن المعروف کے مراتب ہیں، یعنی پہلے ہاتھ' پھر زبان اور پھر دل۔

اہل سنت کی ایک عمدہ خصلت اللہ کیلئے' اس کی کتاب کے لئے' اس کے رسول ﷺ کے لئے' مسلمانوں کے ائمہ کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے

(۱) صحیح مسلم ۱/ ۶۹۔

خیر خواہی بھی ہے [۱]، نیز یہ کہ ایک مومن دوسرے مومن کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ہے [۲]۔

اسی طرح اہل سنت اپنے مسلمان بھائیوں پر رحم کرتے ہیں [۳]، انہیں اچھے اخلاق اور عمدہ اعمال کی ترغیب دیتے ہیں' اپنے حالات کے مطابق صبر و ضبط' اللہ بندوں کے ساتھ احسان اور اعزاء واقارب نیز یتیموں اور فقیروں کے واجبی حقوق کا حکم دیتے ہیں اور فخر وغرور اور تکبر سے منع کرتے ہیں۔ اور اہل سنت جو کچھ بھی کرتے ہیں' ہر کام میں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی اتباع کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ ہمیں بھی اس گروہ میں شامل فرمائے جو ہمیشہ حق پر قائم اور نصرت الٰہی سے سرفراز رہے گا' جن کے مخالفین اور مدد نہ کرنے والے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے' یہاں تک کہ قیامت قائم

(۱) صحیح مسلم ۱/۷۴۔
(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری ۵/ ۹۹ و صحیح مسلم ۴/ ۱۹۹۹۔
(۳) صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۰/ ۴۳۸، و صحیح مسلم ۴/ ۱۹۹۹۔

ہو جائے گی[1]، بیشک یہ اُسی کے بس میں ہے اور وہی اس پر قادر ہے۔

وصلى الله على نبينا محمد و على آله و أصحابه و من تبعهم بإحسانٍ إلى يوم الدين.

---

(۱) صحیح بخاری مع فتح الباری۱۳/ ۲۴۹، وصحیح مسلم۳/ ۱۵۲۳، نیز دیکھئے: شرح العقیدۃ الواسطیہ ازمحمد خلیل ہراس، ص۱۸۱، والاسئلۃ والاجوبۃ الاصولیۃ، ص۱۴۶۔